عمران سیریز نمبر 97

خوشبو کا حملہ

(پہلا حصہ)

◆

ہرنوں جیسی آنکھوں والی غزالہ اُس آدمی کو کئی دنوں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کے بنگلے کے قریب والی پلیا پر بیٹھا اس آوارہ کتیا کو پر تشویش نظروں سے دیکھتا رہتا تھا جو آج ہی کل میں بچے دینے والی تھی۔

عجیب آدمی تھا کبھی کبھی کتیا سے اس طرح باتیں کرنے لگتا تھا جیسے اس سے جوابات مل رہے ہوں۔ اور وہ اسے اپنے فیصلے سنا رہا ہو۔ انداز اس شوہر کا سا ہوتا جو اپنی بیوی کی کج بحثیوں سے تنگ آگیا ہو۔ بسا اوقات باتیں کرتے کرتے پیشانی پر ہاتھ مارتا بھی دیکھا جاتا۔ خاصا خوش شکل اور جوان العمر آدمی تھا۔ صورت سے پاگل نہیں لگتا تھا۔ البتہ اول درجے کا بیوقوف ضرور معلوم ہوتا تھا۔ آنکھوں میں بلا کی معصومیت تھی۔ ان میں وحشت زدگی کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔

غزالہ اپنے بیڈ روم کی کھڑکی سے اسے دیکھتی رہتی۔ سڑک کی دوسری جانب زیرِ تعمیر عمارات کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا.... لہذا چوکیداروں اور مزدوروں کے لئے ایک چھوٹا سا بازار قائم ہو گیا تھا۔ جس کی دوکانیں لکڑی کے کیبنوں یا کھجور کی چٹائی کی جھونپڑیوں پر مشتمل تھیں۔ ان میں چائے خانے.... باربر شاپ اور پروویژن اسٹور بھی کچھ تھے۔!

لیکن نہ وہ کوئی دوکان دار تھا اور نہ زیرِ تعمیر بستی میں کام کرنے والا کوئی مزدور.... پھر کون تھا؟ فضول باتوں میں سر کھپانے کے لئے اس کے پاس وقت ہی وقت تھا۔ ورنہ غزالہ کی جگہ اور کوئی لڑکی ہوتی تو اسے کوئی اہمیت نہ دیتی۔ کیونکہ اس شہر غدار میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں تھی۔ جو راہ چلتے خواہ مخواہ بڑبڑاتے ہاتھ مٹکاتے اور آنکھیں چمکاتے دیکھے جاتے تھے.... وہ ایک دولت مند باپ کی بیٹی تھی۔ بی اے کرنے کے بعد قانون کی ڈگری بھی لی تھی۔ وکالت شروع کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ اور اپنے پیری میسن بن جانے کے امکانات سے متعلق ہوائی قلعے بنایا کرتی

تھی.... ہوائی قلعے عموماً بیڈ روم ہی میں تعمیر کئے جاتے ہیں۔ لہذا وہ تھی اور بستر تھا۔ زیادہ تر وقت بیڈ روم میں گزارنے کی بناء پر یہ نئی دل چسپی ہاتھ آئی تھی۔

اور آج تو پڑوس کی ایک دس گیارہ سال کی ایسی لڑکی بھی مل گئی تھی جو کبھی کبھی پلیا کے پاس کھڑی دکھائی دیتی۔ اور اس آدمی کو بھی حیرت اور خوف کے ملے جلے احساسات کے ساتھ دیکھا کرتی تھی۔

”تارا کیا وہ دوسروں کو پتھر بھی مارتا ہے؟“ غزالہ نے اس سے پوچھا۔!

”میں نے تو کبھی نہیں دیکھا آنٹی.... کتیا کے علاوہ اور کسی سے بات نہیں کرتا۔!“ لڑکی نے جواب دیا۔

”کیا باتیں کرتا ہے....!“

”کچھ نہ پوچھئے۔ بڑی ہنسی آتی ہے۔!“ وہ ہنس پڑی۔

”آخر کہتا کیا ہے....!“

”کہتا ہے بیگم! کتنا کہتا ہوں کہ آج کل دوڑ کر نہ چلا کرو.... مگر تم مانتی ہی نہیں۔!“

”کیا....؟“ غزالہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔

”ہاں آنٹی یقین کیجئے۔! وہ اس کتیا سے ایسی ہی باتیں کرتا ہے جیسی لوگ اپنی بیویوں سے کرتے ہیں اور کہتا ہے اس بار کم از کم پانچ بچے ضرور ہوں گے.... اگر نر بچے ہوئے تو یہ نام رکھوں گا.... اور اگر مادائیں ہوئیں تو فلاں فلاں نام۔!“

”اوہو نام بھی۔!“ غزالہ ہنستی ہوئی بولی ”بھلا کوئی نام بتاؤ تو۔!“

”نام تو یاد نہیں لیکن اتنا بتا سکتی ہوں کہ نام انگریزوں کے سے ہوتے ہیں۔!“

”آخر یہ ہے کون.... کیا پڑھا لکھا بھی معلوم ہوتا ہے۔!“

”ہاں آنٹی.... کبھی کبھی انگلش میں بھی بات کرتا ہے۔!“

”بڑی عجیب بات ہے۔ صورت سے تو پاگل نہیں معلوم ہوتا۔!“

”وہ سامنے جو پکوڑے والا ہے نا اس سے مچھلی کے قتلے خرید خرید کر کتیا کو کھلاتا رہتا ہے۔!“

”رہتا کہاں ہے؟“

”یہ میں نہیں جانتی.... لیکن سارا دن پلیا پر ہی بیٹھا رہتا ہے۔!“

”وہ تو میں بھی دیکھتی ہوں۔!“

”اور.... آنٹی.... میں نے کچھ لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ وہ سی.... آئی.... ڈی والا ہے۔!“

"ارے نہیں....!" غزالہ ہنس کر بولی۔ !"ادھر کیا رکھا ہے کہ سی آئی ڈی والے آئیں گے۔ شریفوں کی بستی ہے۔!"

پھر اسی دن اس نے اپنے خانساماں کو کہتے سنا۔ "کوئی پہنچے ہوئے بزرگ لگتے ہیں۔"

"ابے.... جا بس رہنے دے۔!" دوسرا ملازم بولا۔ !"کھوپڑی سے اترا ہوا لگتا ہے۔! سالا کتیا سے فلمی ڈائیلاگ بولتا رہتا ہے۔!"

"تو کیا جانے ان معاملات کو اگر یہ لوگ ایسے نہ ہوں تو دنیا والے انہیں دن رات گھیرے رہیں۔!"

"ارے سن۔!" تیسرے نے کہا۔ !"مجھے تو خفیہ پولیس والا لگتا ہے۔!" پھر وہ تینوں خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگے تھے۔!

دوسرے دن صبح ہی صبح تارا نے آکر بتایا کہ کتیا نے بچے دیئے ہیں پورے چھ عدد ہیں۔!

"لیکن آنٹی! وہ ابھی تک نہیں آیا۔!" تارا نے مایوسی سے کہا۔

ادھر سامنے والی بستی کے بازار میں پکوڑے والا بار بر سے پوچھ رہا تھا۔ "ببن بھائی یہ مرغی کا سوپ کیسے بنتا ہے۔!" وہ سالے پلپلی صاحب آرڈر دے گئے ہیں۔!"

"مرغی کا سوپ۔!" ببن حجام نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ "مرغی کی بوٹیاں کر کے پتیلی میں ڈالو۔ اور گلے تک پانی بھر دو.... نمک بھی ڈالو.... اور چڑھا دو چولہے پر جب آدھا پانی رہ جائے تو اتار لو.... سوپ تیار ہو گیا۔!"

"پچیس روپے دے گیا ہے۔!"

"یار یہ آخر ہے کیا چیز۔!"

"اللہ ہی جانے.... روزانہ آٹھ دس روپے کی مچھلی کھلا دیتا ہے سالی کو۔!"

"آتا کہاں سے ہے۔!"

"پتا نہیں.... کہتا ہے.... آسمان کے نیچے زمین پر رہتا ہوں۔ ساری دنیا میری ہے۔!"

"مرغی کا سوپ پلائے گا کتیا کو....!"

"کہہ رہا تھا کہ اس کتیا کا باپ بہت بڑے افسر کا کتا تھا۔!"

ببن حجام نے زوردار قہقہہ لگایا اور پکوڑے والے نے کہا۔ "کتیا کے بھی نخرے ہو گئے ہیں۔!"

"لیکن وہ پاگل تو نہیں معلوم ہوتا۔!" ببن حجام بولا۔

"بالکل بھی نہیں بھیا.... وہ تو بڑی گہری باتیں کرتا ہے.... کل کہنے لگا کہ یہ جو اپنے رت ٹیپو سلطان شہید تھے نا.... ان سے انگریز اتنا جلتے تھے کہ اپنے کتوں کے نام ٹیپو رکھنے لگے

تھے۔ اور آج بھی رکھتے ہیں۔ میں اپنی کتیا کے بچوں کے نام ایڈورڈ.... جارج.... وکٹوریہ.... الزبتھ رکھوں گا۔!"

"واہ بھائی واہ.... تب تو پاگل نہیں ہے۔ مگر آخر ہے کون؟"

"کہتا ہے بس میں ایک دکھی آدمی ہوں....!"

"ارے تب تو ان سبھوں کی اماں جان مرغی کا سوپ نہیں پئیں گی تو کیا مسور کی دال کھائیں گی۔!" دونوں نے قہقہے لگائے تھے۔

ادھر شام کو غزالہ نے دیکھا کہ وہ اسی پلیا پر بیٹھا کچھ بڑبڑا رہا ہے۔ ہاتھ ہلا ہلا کر کتیا کو پتا نہیں کیا سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا.... اس نے سوچا کیوں نہ قریب سے اس کی باتیں سنی جائیں۔ کتیا نے بچے بھی دے دیئے تھے۔ انہیں دیکھنے کے بہانے وہ پلیا کے قریب رک سکتی تھی۔

بس پھر وہ اپنے بیڈ روم سے نچلی منزل پر آئی تھی۔ اور پلیا کی طرف چل پڑی تھی۔ اجنبی کی پشت اس کی طرف تھی۔ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر عقب میں جا رکی۔ کسی قدر ترچھی ہو کر بظاہر کتیا کے بچوں کو دیکھ رہی تھی۔ لیکن کان اجنبی کی طرف لگے ہوئے تھے جو کتیا سے کہہ رہا تھا۔ "دیکھو تو ڈارلنگ آخر اس میں حرج ہی کیا ہے تین کی پرورش تم کرو۔ اور تین کو میں سنبھال لوں.... تمہارا یہ اعتراض درست نہیں کہ میں بھونک نہیں سکتا۔ دراصل سمجھ کا پھیر ہے۔ ہم بھی بھونکتے ہیں اور بہت اعلیٰ پیمانے پر بھونکتے ہیں۔ فلسفہ بھونکتے ہیں۔ منطق بھونکتے ہیں سیاست بھونکتے ہیں اور تمہاری طرح ایک دوسرے کو کاٹتے اور بھنبھوڑتے بھی ہیں اف فوہ.... آخر تم سمجھتی کیوں نہیں.... میرے زیرِ تربیت ان میں سے کوئی ماسٹرس ڈگری لے گا.... کسی کے حصے میں ڈاکٹریٹ آئے گی اور کوئی کسی شمس العلما کا مدمقابل ہوگا اور لوگ کہیں گے واہ وا.... کیوں نہ ہو آخر کس کتیا کے بچے ہیں۔!"

نہ جانے کیوں یک بیک غزالہ کو طیش آگیا۔ تیز لہجے میں بولی۔ !"یہ کیا بکواس کر رہے ہو۔!"

اجنبی چونک پڑا تھا۔ لیکن اس کی طرف مڑ کر دیکھے بغیر کتیا سے بولا۔ "تم نے سنا ڈارلنگ تم سے کہیں زیادہ اچھا بھونک لیتی ہیں۔ اس معاملے میں ہم تم سے ایک ڈگری آگے ہیں۔ یعنی خواہ مخواہ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑا کر بھونکنا شروع کر دیتے ہیں۔!"

"پتھر اٹھا کر ماروں گی سر کے دس ٹکڑے ہو جائیں گے۔!" غزالہ غرائی۔

"اور سنو....!" وہ کتیا سے بولا۔ !"تم صرف کاٹتی ہو بھنبھوڑتی ہو۔ اور ہم پتھر سے لے کر ایٹم بم تک کی دھمکی بھی دے سکتے ہیں۔!"

"بلاؤں نوکروں کو۔!"

"جی نہیں۔!" وہ اس بار غزالہ کی طرف مڑ کر بولا۔ "انہیں تکلیف نہ دیجئے بلکہ مجھے وہیں لے چلئے جہاں وہ تشریف فرما ہوں۔!"

غزالہ گڑبڑا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ پھر جلدی سے بولی۔ "تم پاگل تو نہیں معلوم ہوتے۔!"

"کیا مجھے پاگل معلوم ہونا چاہئے۔!"

"میں کیا جانوں۔!"

"آپ کی شان نزول سمجھ میں نہیں آئی۔!"

"بڑے بڑے الفاظ بول کر مجھے مرعوب کرنے کی کوشش نہ کرو۔!"

"آخر آپ نے کس کوشش کے سلسلے میں زحمت فرمائی ہے؟"

غزالہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کہے۔ پھر سنبھل کر بولی۔ "میں کتیا کے بچے دیکھنے آئی تھی۔!"

"آپ بد اخلاق بھی معلوم ہوتی ہیں۔ مسز ڈھمپ کو کتیا کہہ رہی ہیں۔!"

"مسز ڈھمپ....!" اس نے زہریلی سی ہنسی کے ساتھ دہرایا۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔! میں مسٹر نوبل ڈھمپ ہوں۔!"

"مسٹر بھی....!" وہ پھر ہنس پڑی۔

اتنے میں پکوڑے والے کی آواز سنائی دی۔ "پلپلی صاحب! یہ مرغی کا سوپ تیار ہوگیا۔!" وہ ایک بڑا سا مٹی کا پیالہ اٹھائے سڑک پار کر رہا تھا۔

"بہت خوب... پلپلی صاحب۔!" غزالہ مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں بولی۔

"عرفیت ہے....!" ڈھمپ نے سنجیدگی سے کہا۔

پکوڑے والا قریب پہنچ گیا تھا اور حیرت سے غزالہ کو دیکھے جا رہا تھا۔ ڈھمپ نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "کھڑے کیوں ہو.... پیالہ میم صاحب کے آگے رکھ دو۔!"

"جی....!" اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ شائد وہ سمجھا تھا کہ میم صاحب سے مراد غزالہ ہے۔ غزالہ اس کے اس انداز پر بُری طرح جھینپی تھی۔ لیکن ڈھمپ نے جلدی سے کتیا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "میم صاحب کو نہیں پہچانتے۔!"

وہ عجیب سی ہنسی کے ساتھ پیالہ لئے ہوئے خشک نالے میں اترا اور اسے پلیا کے نیچے رکھ کر وہاں رکے بغیر سڑک پار کر گیا۔

کتیا نے چپڑ چپڑ سوپ پینا شروع کر دیا تھا۔

"تو پلپلی صاحب۔! آپ سچ مچ اسے مرغی کا سوپ پلوا رہے ہیں۔!" غزالہ نے حیرت سے کہا۔

"کیا کروں.... ہر آدمی اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ کرتا ہی ہے.... اب آپ بتایئے اور جو کچھ کھلایا پلایا جاتا ہو ڈیلیوری کے بعد....!"

"بکو مت....!" کہہ کر وہ تیزی سے مڑی تھی۔ اور اپنے بنگلے کی طرف چل پڑی تھی۔

"ارے ہاں۔!" ڈھمپ ہاتھ اٹھا کر زور سے بولا۔ "آپ سونٹھ کے لڈو ہی بنوا دیجئے۔ لاگت کے پیسے میں دے دوں گا.... ارے باپ رے.... شربت بزوری کی بوتل توڑ ہی گئی۔!"

"ارگٹ مکسچر پلوا دو بیٹا۔!" بائیں جانب سے بھاری بھرکم اور گونجیلی آواز آئی۔ شائد اُسی آواز نے غزالہ کے بڑھتے ہوئے قدم بھی روک دیئے تھے.... وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں مڑی۔ ڈھمپ کے قریب علاقے کا "دادا" حمزو کھڑا نظر آیا تھا۔ اب کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔ اس نے حمزو کو کہتے سنا۔ "ابے یہ مس صاحب سے کیوں جھک جھک کر رہا تھا۔!"

نفرت کی شدید لہر غزالہ کی رگ دپے میں دوڑ گئی.... چڑھی ہوئی گھنیری مونچھوں والا وہ دیو زاد اسے زہر ہی لگتا تھا۔ اسکی زبان سے اپناذکر سن کر اس کے پیر کانپنے لگے۔ خوفزدگی اور نفرت کے ملے جلے تاثر نے طبیعت میں اضطراب پیدا کر دیا اور وہ کمپاؤنڈ کے پھاٹک کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔

ادھر حمزو ڈھمپ کے سر ہو رہا تھا.... "کون ہے تو.... یہاں تیرا کیا کام۔!"

"میں اور میری وائف اس پلیا کے نیچے رہتے ہیں....!" ڈھمپ نے عاجزی سے کہا۔

"نہیں بیٹا سنا ہے بہت مال ٹال ہے تیرے پاس.... سسری کو مرغی کا سوپ پلواتا ہے!"

"پلیز.... جنٹل مین.... آپ میری اہلیہ کی توہین کر رہے ہیں۔!"

"بیٹا سچی بات۔!" حمزو ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ورنہ مار مار کر بھس بھر دوں گا....!"

"تم مجھ سے سچی بات پوچھنے والے کون ہو۔ چلتے پھرتے نظر و آؤ۔!" ڈھمپ نے سر جھٹک کر کہا۔

"اچھا بے....!" حمزو نے آنکھیں نکالیں۔

"استاد.... استاد....!" سڑک کی دوسری جانب سے احتجاجی انداز کی آوازیں آئیں اور حمزو مڑ کر دیکھنے لگا۔ پکوڑے والا اور ببن حجام ان کی طرف دوڑتے آرہے تھے۔

"ارے جانے دو استاد پلپلی صاحب ہیں۔!" پکوڑے والا قریب پہنچ کر ہانپتا ہوا بولا۔

"تو جانتا ہے اسے!" حمزو نے آنکھیں نکالیں۔

"ہاں استاد اپنے پلپلی صاحب ہیں۔!"

"کہاں رہتا ہے۔!"

"پکوڑے والا اس سوال پر بغلیں جھانکنے لگا۔ قمرو نے سوالیہ نظروں سے ہمن حجام کی طرف دیکھا اور وہ صرف سر جھٹک کر رہ گیا۔

"تیری دس بارہ روپے کی بکری ہو جاتی ہے۔ اس سے.... اس لئے طرف داری کر رہا ہے۔!" حمزو نے پکوڑے والے کو گھونسہ دکھا کر کہا۔

"مت بولو بھائی... تم مت بولو!" ڈھمپ نے ڈھیلے ڈھالے لہجے میں پکوڑے والے سے کہا۔

"چلا جا بے سالے یہاں سے....!" حمزو ڈھمپ کی طرف مڑ کر دہاڑا۔

"چلے گئے؟" ڈھمپ نے طنزیہ انداز میں سر کو جنبش دی.... اور ان دونوں سے بولا۔ "اب تم جاؤ.... استاد میری پٹائی کریں گے....!"

"ابے کیوں شامت آئی ہے چلا جا یہاں سے....!" حمزو پھر دہاڑا۔

سڑک پار والی بستی کے کچھ اور لوگ بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ جن میں سے تین عدد پٹھے بھی تھے استاد کے.... استاد ہی کی طرح ان کے تیور بھی اچھے نہیں تھے۔

ڈھمپ ان کی پرواہ کئے بغیر پھر کتیا کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور اسے چمکار کر بولا۔ "تم کسی قسم کی فکر نہ کرنا ڈارلنگ.... یہ لوگ تمہیں مرغی کا سوپ پیتے نہیں دیکھ سکتے....!"

حمزو بالکل ہی آپے سے باہر ہو گیا۔ خود بڑھا تھا ڈھمپ کی طرف لیکن اس کا ایک پٹھہ آگے آ کر بولا۔ "میں ٹھیک کئے دیتا ہوں استاد....!"

غزالہ اب اپنے بیڈ روم کی کھڑکی کے قریب کھڑی ہانپ رہی تھی۔ اس نے ایک بدمعاش کو ڈھمپ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ اس کی دانست میں تو ڈھمپ اس سے بے خبر ہی تھا۔ کیونکہ اس کی پشت سڑک کی طرف تھی۔ لیکن جیسے ہی اس نے اس کی گردن پر ہاتھ ڈالا تھا خود ہی اس کے اوپر سے گذرتا ہوا نالے میں جا پڑا تھا۔ بس پھر کیا تھا۔ حمزو کے بقیہ دونوں گرگے بھی اس پر جھپٹ پڑے۔ غزالہ اضطراری طور پر دوڑتی ہوئی اس کمرے میں پہنچی تھی جہاں فون رکھا ہوا تھا۔ ٹیلی فون ڈائرکٹری اٹھا کر جلدی جلدی حلقے کے تھانے کے نمبر تلاش کرنے لگی۔ ادھر حمزو کے دونوں پٹھے ڈھمپ پر ٹوٹ پڑے لیکن وہ بڑی صفائی سے ان کے درمیان سے نکل کر پھر ان کی طرف پلٹا۔ اور ایک کی کنپٹی پر بھرپور ہاتھ رسید کر دیا۔ اور دوسرے کو کمر پر لاد کر پھینکا تو وہ بھی نالے میں جا پڑا جس کی کنپٹی پر ہاتھ پڑا تھا۔ وہ تو پھر اٹھ ہی نہیں سکا تھا۔

حمزو نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں.... اور ڈھمپ جھک کر اسے آداب بجالاتا ہوا بولا۔!

"اب تمہارا جی چاہے تو تم بھی آ جاؤ۔!"

"مار ڈالوں گا سالے۔!" حمزو دہاڑتا ہوا اس کی طرف بڑھا.... بھاری بھرکم تو تھا ہی.... تماشائی سمجھے کہ اب بے چارے پلپلی صاحب کی چٹنی بن جائے گی۔ ادھر وہ جو نالے میں جا گرے تھے ایک دوسرے پر گرتے پڑتے اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ حمزو نے ڈھمپ کے گریبان پر ہاتھ ڈالنا چاہا تھا لیکن کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ وہ جھکائی دے کر بائیں جانب ہٹ گیا تھا۔

غزالہ نے پولیس اسٹیشن کو فون کر کے پھر خواب گاہ کی طرف دوڑ لگائی.... اور اب اس نے جو کچھ دیکھا اس پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ عجیب تماشہ تھا سڑک پر لوگ دائرے بنائے کھڑے تھے اور ڈھمپ ان تینوں غنڈوں کو جھکائیاں دے رہا تھا۔ وہ اسے پکڑنے کے لئے اسی دائرے میں ناچتے پھر رہے تھے۔! اور عالم یہ تھا کہ کبھی اس کی لات حمزو کی کمر پر پڑتی اور کبھی اس کے کسی پٹھے کے سر پر ہاتھ پڑ جاتا تھا۔ لوگ ہنس رہے تھے۔ بچے تالیاں بجا رہے تھے.... اچانک حمزو نے چاقو نکال لیا۔ لیکن ابھی اُسے کھول بھی نہیں پایا تھا کہ ڈھمپ نے کسی ماہر فری اسٹائل ریسلر کے سے انداز میں اچھل کر دونوں لاتیں اس کے سینے پر رسید کر دیں.... وہ کسی تناور درخت کی طرح ڈھیر ہو گیا تھا اور اس کے گرنے کی آواز دور دور تک سنی گئی تھی۔ غزالہ نے سختی سے دانت بھینچ لئے۔ اور اس کے بعد تو حمزو کے پٹھوں کی شامت ہی آ گئی تھی۔ جتنی دیر میں حمزو دوبارہ اٹھتا وہ دونوں بھی لمبے لمبے لیٹ گئے۔ اس کے بعد ڈھمپ نے بالکل ٹارزن کے سے انداز کا نعرہ لگایا اور زیر تعمیر بستی کی طرف دوڑتا چلا گیا۔

پولیس تو اس وقت پہنچی تھی جب میدان صاف ہو گیا تھا.... غزالہ کے خانساماں نے پولیس انسپکٹر کو پوری روداد سنائی تھی۔ غنڈوں کا کہیں پتا نہیں تھا پولیس کو وہ اپنے ٹھکانوں پر بھی نہیں مل سکے تھے۔ انسپکٹر کو نوبل ڈھمپ "یا پلپلی صاحب" کے سلسلے میں خاصی تشویش ہو گئی تھی۔ کیونکہ اس نے اپنی دانست میں شہر کا ایک اور ڈھکا چھپا بدمعاش دریافت کر لیا تھا۔ لیکن زیر تعمیر بستی کا کوئی فرد بھی اسے پلپلی صاحب کا پتہ نہ بتا سکا۔

رات کے کھانے کی میز پر اسی واقعے کا تذکرہ چھڑ گیا۔ خانساماں کسی ماہر داستان گو کے سے انداز میں "پلپلی صاحب" کی کہانی سنانے لگا تھا۔

"ارے.... بی بی.... شائد آپ نے وہ منظر تو دیکھا ہی نہیں جب استاد اس کی لات کھا کر چاروں خانے چت گرا تھا۔ ایسی آواز ہوئی تھی کہ میں تو سمجھا نامراد کی کھوپڑی ہی چٹخ گئی.... اور اس کے تینوں پٹھے تو سچ مچ خون میں نہا گئے تھے۔ آدھے گھنٹے تک ہوش نہیں آیا تھا انہیں....

اور پھر پلپلی صاحب کو پتا نہیں آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی۔!“

”اگر پھر کبھی دکھائی دے تو اسے میرے پاس ضرور لانا۔!“ غزالہ کے باپ نے کہا۔!

”اچھا صاحب....! لیکن جنابِ عالی.... وہ صورت سے ایک بہت بھولا بھالا اور سیدھا سادھا آدمی لگتا ہے۔!“

”میں دیکھوں گا کہ وہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔!“

”اور فلسفیوں جیسی باتیں کرتا ہے۔!“ غزالہ بولی۔

”تم کیا جانو۔!“

”میں کتیا کے بچے دیکھنے گئی تھی۔ مجھ سے الجھ پڑا۔!“

”تم کیوں گئی تھیں؟“

”بس یونہی بچے دیکھنے۔!“

”تمہیں محتاط رہنا چاہئے....!“

”واہ ڈیڈی.... اب میں وکالت شروع کردوں گی.... آپ کیا سمجھتے ہیں کہ میرا سابقہ مسجد کے ملاؤں سے پڑے گا۔ وکیلوں اور بدمعاشوں کا تو چولی دامن کا ساتھ ہے۔!“

”فضول مباحث میں پڑنے سے کیا فائدہ۔!“

”آپ کیوں ملنا چاہتے ہیں اس سے۔!“

”میں اسے قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ جس نے اس بدمعاش کے چھکے چھڑا دیئے۔ اگر برسرکار نہ ہوا تو اسے ملازمت کا آفر دوں گا۔!“

”اوہ.... آپ! بھلا آپ کسی بدمعاش کو کیوں ملازمت دینا چاہتے ہیں۔!“

”اس لئے کہ میرا سابقہ بھی بدمعاشوں سے پڑتا رہتا ہے۔!“

”میرے لئے بالکل نئی اطلاع ہے۔!“

”بیوقوفی کی باتیں مت کرو.... مجھے عرصہ سے ایک ایسے آدمی کی تلاش ہے جو نادہندہ قرض داروں سے وصول یابی کرسکے۔ یہ کسی شریف آدمی کے بس کا روگ تو نہیں۔!“

غزالہ سر کو خفیف سی جنبش دے کر رہ گئی۔ اس کا باپ ایک بہت بڑا تاجر تھا کھانے سے فارغ ہو کر وہ اپنے بیڈ روم میں میں پہنچی اور غیر ارادی طور پر کھڑکی کے قریب آ کھڑی ہوئی۔ پلیا پر سناٹا اور تاریکی مسلط تھی۔ اور کتیا کے بچے مسلسل چیاؤں چیاؤں کیئے جا رہے تھے۔! وہ کھڑکی کے پاس سے ہٹ آئی اور بستر پر بیٹھ کر ڈھمپ کے بارے میں سوچنے لگی۔ تصور بھی نہیں کر سکتی

تھی کہ وہ احمق اس قسم کا آدمی ثابت ہوگا۔ سوچتے سوچتے لیٹی اور اونگھنے لگی۔ پھر وہ اچانک چونک پڑی تھی۔ غنودگی ہی کے عالم میں اسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے قریب ہی کہیں فائر ہوا ہو.... پھر اس نے کتیا کی کربناک سی چیخیں سنی تھیں۔ دوڑ کر کھڑکی کے قریب آئی۔ کتیا کی آوازیں مضمحل سی ہوتی جا رہی تھیں۔ سڑک پر کئی آدمی کھڑے دکھائی دیئے۔ تاروں کی چھاؤں میں ان کے دھندلے ہیولے صاف دیکھے جا سکتے تھے۔ نالے میں کوئی ٹارچ کی روشنی ڈال رہا تھا۔ پھر وہ سب قریب ہی کھڑی ہوئی جیپ میں بیٹھے تھے اور جیپ حرکت میں آ گئی تھی۔

فائر کی آواز ہی کی بنا پر شائد آس پاس کے کچھ لوگ گھروں سے نکل پڑے تھے۔ اور اب ان کی آوازوں کے علاوہ اور کچھ نہیں سنائی دے رہا تھا۔ کتیا بھی خاموش ہو گئی تھی۔! ذرا دیر بعد پہلے ہی جیسا سناٹا طاری ہو گیا تھا۔ کتیا کے پلوں کی ”چیاؤں چیاؤں“ بھی تھم گئی تھی۔!

آخر وہ فائر کیسا تھا۔ وہ لوگ کون تھے جو نالے میں کچھ دیکھ رہے تھے۔ اور پھر جیپ میں بیٹھ کر وہاں سے چلے گئے تھے۔ اسے پولیس والے یاد آئے کہیں وہی نہ رہے ہوں۔ تھوڑی دیر تک کھڑی سوچتی رہی تھی اور بستر پر آ لیٹی تھی.... فائر کی آواز.... یقیناً وہ فائر ہی کی آواز تھی.... اور کتیا کی کربناک آوازیں.... کیا وہ فائر اسی پر کیا گیا تھا۔ کیا اس غنڈے نے ڈھمپ کا غصہ بے چاری کتیا پر اتار دیا۔

دوسری صبح اطلاع ملی تھی کہ کتیا کو سچ مچ کسی نے گولی مار دی اور اس کے بچے غائب ہیں۔! خانساماں نے ناشتے کی میز پر یہ خبر سنائی تھی۔

”کیا خیال ہے.... اسی غنڈے کی حرکت ہو سکتی ہے۔!“ اس کے باپ نے پوچھا۔

”خدا جانے.... جناب عالی.... لیکن میں اسے اتنا احمق نہیں سمجھتا۔!“

”تو پھر ہو سکتا ہے کہ وہی کیا نام تھا اس کا....!“

”پلپلی صاحب۔!“

”وہی... وہی ہو سکتا ہے وہ خود ہی کسی چکر میں رہا ہو۔ کتیا جیتے جی تو بچے نہ لے جانے دیتی!“

”ہاں جناب.... میں نے بھی یہی سوچا تھا۔!“

”ناممکن....!“ غزالہ بولی۔ ”وہ بھی اتنا احمق نہیں ہو سکتا۔!“

اس کے باپ نے اسے گھور کر دیکھا اور بولا۔ ”اور تم سے یہ کیا حماقت سرزد ہوئی تھی۔ تم نے پولیس کو کیوں فون کیا تھا۔!“

”ہر شہری کی ذمہ داری ہے۔ میں نے اپنا فرض ادا کیا تھا۔!“

”دیکھو غزالہ آدمی کو ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہئے۔!“

”اس میں سوچنے سمجھنے کی کیا بات ہے۔ میں نے نقص امن کا خطرہ محسوس کیا اور پولیس کو مطلع کر دیا۔!“

”بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ پولیس والے ہفتوں آتے رہیں گے اور پوچھ گچھ ہوتی رہے گی۔!“

”میں نہیں گھبراتی آخر مجھے پریکٹس تو کرنی ہی ہے۔ ہر وقت پولیس والوں سے بھی سابقہ رہے گا۔!“

”تم قائل نہیں ہو سکتیں۔۔۔۔!“

”قائل ہو جانے والے وکالت کر ہی نہیں سکتے۔۔۔۔!“

”یہ لاء کی ڈگری شائد پورے خاندان کے لئے وبال بن جائے گی۔!“

”کیوں ڈیڈی۔۔۔۔ مجھے خواہ مخواہ بددل کر رہے ہیں ایسا ہی تھا تو منع کر دیتے۔ میں اردو میں ایم اے کر لیتی۔!“

”وہ بھی مصیبت ہی ہوتی۔ بات بات پر شعر سناتیں۔!“

”ہوں تو ایم کام کرنا چاہئے تھا۔!“ وہ برا سا منہ بنا کر بولی۔

”اس سے بہتر اور کچھ نہ ہوتا۔!“

وہ ناشتہ ادھورا چھوڑ کر اٹھ گئی۔ سیدھی بیڈ روم میں آئی تھی کھڑکی سے باہر نظر پڑتے ہی ٹھٹھک گئی۔!

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے پلیا پر اکڑوں بیٹھا نظر آیا تھا۔

غزالہ کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ فوراً خیال آیا کہیں اس کا باپ پولیس کو فون نہ کر دے باپ نہ سہی بازار والوں میں سے ہی کوئی ایسا کر سکتا تھا۔ کیونکہ پولیس وہاں بھی خاصی دیر تک پوچھ گچھ کرتی رہی تھی۔ باپ کی موجودگی میں وہ خود اس تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اس نے بازار کی طرف نظر دوڑائی۔ لوگ دور ہی سے کھڑے دیکھ رہے تھے۔ کسی نے بھی سڑک پار کر کے اس تک پہنچنے کی ہمت نہیں کی تھی۔۔۔۔ وہ سوچتی رہی اور پھر بالآخر یہی فیصلہ کیا کہ باپ کو اس کی موجودگی کی اطلاع دے دینی چاہئے۔ بقیہ باتیں بعد کی ہیں۔ اگر انہوں نے پولیس کو اطلاع دینے کی کوشش کی تو وہ انہیں اس سے باز رکھنے کی کوشش کرے گی۔!

وہ ابھی ناشتے کی میز پر ہی تھا۔ غزالہ نے اسے ڈھمپ کی موجودگی کی اطلاع دی۔

”عجیب آدمی معلوم ہوتا ہے۔! آج تو اسے ادھر کا رخ بھی نہیں کرنا چاہئے تھا۔!“ اس نے کہا۔ پھر خانساماں سے بولا۔ ”اسے فوراً میرے پاس لاؤ۔ میں لان پر آ رہا ہوں۔!“

خانساماں چلا گیا۔

”کیا آپ اسے پولیس کے حوالے کر دیں گے۔!“ غزالہ نے پوچھا۔

”اس سے ملنے کے بعد ہی سوچوں گا کہ کیا کرنا چاہئے۔!“ باپ نے کہا اور اٹھ گیا۔

”میں بھی چلوں۔۔۔۔!“ غزالہ جلدی سے بولی۔

”تم۔۔۔۔!“ وہ رک کر اسے گھورتا ہوا بولا۔ ”نہیں۔۔۔۔ تم نہیں آؤ گی۔!“

◆

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے پلیا پر اب بھی اسی طرح اکڑوں بیٹھا ہوا تھا۔ چہرے پر غم کے بادل چھائے ہوئے تھے جیسے سچ مچ ”بیگم“ ہی داغِ مفارقت دے گئی ہو۔

”اوہ۔۔۔۔ جناب۔۔۔۔!“ کسی نے اُسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی اور وہ چونک پڑا۔

”آج آپ کو ادھر نہیں آنا چاہئے تھا۔!“ خانساماں نے کہا۔

”کیوں نہیں آنا چاہئے تھا۔!“

”پولیس کو آپ کی تلاش ہے۔!“

”پولیس کو شریف آدمیوں ہی کی تلاش رہتی ہے۔! اُس قاتل کا کیا ہوگا جس نے مجھ پر یہ ستم ڈھایا ہے۔ بچے بھی لے گیا مردود۔!“

”آپ کو ہمارے صاحب بلا رہے ہیں۔۔۔۔!“

”کون صاحب۔!“

”جیلانی صاحب۔۔۔۔ بہت بڑے سیٹھ ہیں۔!“

”مجھے کیوں بلا رہے ہیں۔۔۔۔؟“

”آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ آپ نے کل جو بہادری دکھائی تھی اس سے بہت خوش ہیں۔!“

”لیکن مجھ پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں۔!“

”اب اٹھ بھی چلئے صاحب۔ اگر بازار والوں نے تھانے اطلاع پہنچا دی تو آپ مشکل میں پڑیں گے۔ بنگلے میں محفوظ رہیں گے۔!“

”محفوظ نہیں رہنا چاہتا۔ کیوں کہ محفوظ رہنے میں بھوکوں مرنا پڑے گا۔ جیل میں کم از کم روٹیاں تو ملیں گی۔!“

”بھائی.... یہ باتیں پھر ہوتی رہیں گی۔ جلدی سے اٹھ چلئے۔!“

وہ کراہتا ہوا پلیا سے اترا تھا۔ اور خانساماں کے ساتھ چل پڑا تھا۔ جیلانی سیٹھ سے لان ہی میں مڈبھیڑ ہوئی۔

وہ اسے تنقیدی نظروں سے دیکھتا رہا تھا پھر بولا تھا۔ ”پولیس تمہاری تلاش میں ہے۔!“

”یہ اطلاع آپ کا آدمی پہلے ہی دے چکا ہے۔!“ ڈھمپ نے کہا۔

”پہلے کبھی جیل گئے ہو۔!“

”جی نہیں.... لیکن اب جانا چاہتا ہوں۔!“

”کتیا سے اتنی دل چسپی کیوں لے رہے تھے۔!“

”کتیا ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔!“

”سیدھی طرح بات کرو۔!“ جیلانی تیور بدل کر بولا۔

”کیا ٹیڑھ نظر آئی ہے اس بات میں۔!“

”ناشتہ کر چکے ہو۔!“ جیلانی نے موضوع بدل دیا۔

”جی نہیں۔!“

جیلانی نے خانساماں سے کہا۔ ”برآمدے میں ناشتہ لگادو۔!“

اس کے چلے جانے کے بعد ڈھمپ سے پوچھا تھا۔ ”یہاں کس جگہ رہتے ہو۔!“

”جہاں پر بھی رہنے کو جگہ مل جاتی ہے۔!“

”کیا مطلب۔!“

”سامان ایک حجام کی دوکان میں رکھا ہوا ہے۔!“

”یعنی کوئی گھر بار نہیں ہے۔!“

”ہے کیوں نہیں.... یہاں نہیں ہے۔ میں فرید آباد سے آیا ہوں۔ یہاں کی ایک کمپنی کا اشتہار ملازمت کے لئے دیکھا تھا۔ عرضی روانہ کی۔ انٹرویو میں بلایا اور ان فٹ کر دیا۔ بس اب دھکے کھاتا پھر رہا ہوں۔!“

”واپس کیوں نہیں چلے گئے۔!“

”اگر وہ کتیا نہ مل جاتی تو ضرور چلا جاتا۔!“

”کیا بات ہوئی۔!“

”بس کیا بتاؤں.... حماقت ہی کہہ لیجئے۔! لیکن مجبوری ہے۔!“ وہ مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔ جیلانی اسے جواب طلب نظروں سے دیکھتا رہا وہ کھنکار کر بولا ”بچپن ہی سے حاملہ کتیائیں میری کمزوری رہی ہیں۔ اگر کہیں کوئی نظر آجائے تو اس وقت تک اس کی سیوا کرتا رہتا ہوں جب تک وہ فارغ نہیں ہو جاتی۔ لیکن اُس بے چاری کو کسی نے مار ڈالا اور کیوں؟ بچے بھی غائب ہیں۔!“

”تو تم پاگل نہیں ہو۔؟“

”کمال ہے.... کیا آپ مجھے اب تک پاگل سمجھتے رہے ہیں۔!“

”سب کا یہی خیال ہے۔ کچھ پڑھے لکھے بھی ہو۔!“

”بی اے سیکنڈ ڈویژن....!“

”نہیں....!“ جیلانی کے لہجے میں حیرت تھی۔

”کاغذات سامان کے ساتھ ہیں۔ کہئے تو دوڑ کر لیتا آؤں۔!“

”شناختی کارڈ ہے۔!“

”جی ہاں.... وہ تو ہر وقت ساتھ رہتا ہے.... یہ دیکھئے۔!“ اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے شناختی کارڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھادیا۔

وہ اسے دیکھتا رہا۔ پھر سر ہلا کر بولا۔ ”ٹھیک ہے.... لیکن یہ لڑائی بھڑائی کا فن تم نے کہاں سے سیکھا۔!“

”ارے.... وہ کچھ نہیں۔!“ ڈھمپ شرما کر بولا۔ ”اگر کوئی سر ہی ہو جائے تو ہاتھ کی صفائی دکھانی ہی پڑتی ہے....!“

”اور اس میں بھی ماہر ہی معلوم ہوتے ہو....!“

”جی بس.... کرم ہے پروردگار کا۔!“

”لیکن یہ ڈھمپ.... نوبل تو ٹھیک ہے لیکن ڈھمپ میں نے آج تک نہیں سنا۔!“

”آپ نے تو کٹلمپ بھی نہ سنا ہوگا۔!“

جیلانی سیٹھ نے سر کو منفی جنبش دی۔

”ننہال والے کٹلمپ ہیں.... دراصل یہ دونوں قبیلے افریقن ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد افریقہ سے ایران آئے تھے۔ وہاں آتش پرست ہو گئے.... اور ان کی اولاد نے عیسائی ہو کر ادھر کا رخ کیا.... ایرانی خون کی آمیزش نے مجھے کسی قدر گلفام بنادیا ہے.... ورنہ دادا جان تو کوئلے کی کانوں کے شہنشاہ معلوم ہوتے تھے۔!“

”خوش مزاج بھی ہو۔!“

”یہاں کی آب و ہوا کا اثر ہے ورنہ آباؤ اجداد تو ایران میں دھواں چھوڑتے ہوئے چلتے تھے۔!“

اتنے میں ناشتہ بھی آگیا چھوٹی میز ڈھمپ کے سامنے لگا دی گئی۔ ڈھمپ بڑے تکلف سے کھاتا پیتا رہا۔ جیلانی سیٹھ اسے بغور دیکھے جا رہا تھا۔ آخر بولا ”تمہارے بارے میں صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے کہ تم کیا چیز ہو۔!“

”ناچیز۔!“ ڈھمپ نے بڑی لجاجت سے کہا۔

”حاضر جواب بھی ہو....!“

”اور کام چور بھی نہیں ہوں....!“

”وہ غنڈے جن کی تم نے پٹائی کی تھی۔ پولیس کو اپنے ٹھکانوں پر بھی نہیں ملے۔ سنسنی پھیلا رکھی تھی کم بختوں نے سارے علاقے میں.... لوگوں کو مرعوب کر کے بڑی بڑی رقومات اینٹھتے تھے۔! شائد اب شرمندگی کے مارے یہاں کسی کو منہ ہی نہ دکھائیں۔!“

ڈھمپ نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی.... اور چائے پینے لگا۔

”لیکن....!“ جیلانی نے کہا۔ ”پولیس تمہاری تلاش میں بھی ہے۔!“

”آج تک جیل جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ یہ بھی سہی۔ اتفاقاً یہ تجربہ بھی کیا بُرا رہے گا۔!“

”کیریئر تباہ ہو جائے گا۔!“

”کوئی کیریئر ہی نہیں ہے تباہ کیا ہو جائے گا۔!“

”پھر بھی مستقبل۔!“

”غریبوں کا کوئی مستقبل نہیں ہوتا۔ مستقبل تو آپ سیٹھوں کے بچوں کا ہوتا ہے۔!“

”بہت دل جلے معلوم ہوتے ہو....!“

”ارے بی۔ اے سیکنڈ ڈویژن اگر دھکے کھاتا پھرے تو کیا خوش نظر آئے گا جنابِ عالی۔!“

”کس نے بلایا تھا انٹرویو میں۔!“

”اسٹین لس اسٹیل والوں نے.... کلرک بھرتی کر رہے تھے۔!“

”اگر اس سے بھی اچھی ملازمت مل جائے تو....!“

”خدا کا شکر ادا کروں گا۔!“

”دراصل مجھے ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو بھیڑ کی شکل میں بھیڑیا ہو۔ اور میں تم میں یہ صفت بدرجہ اتم پا رہا ہوں۔!“

ڈھمپ ہاتھ روک کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ چند لمحے بغور دیکھتا رہا.... پھر بولا۔ ”آخر آپ کو ایسے آدمی کی ضرورت کیوں ہے....!“

”کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ حمزو نے اپنا غصہ اس کتیا پر اتارا ہو گا۔!“

”میرا خیال ہے کہ حمزو ایسی حماقت نہیں کر سکتا۔!“

”وہ کئی تھے۔ ایک جیپ پر آئے تھے۔ کتیا کو مار کر بچے اٹھا لے گئے۔!“

”اگر غیر متعلق لوگ تھے تو انہوں نے ایسا کیوں کیا۔!“

سیٹھ جیلانی کچھ نہ بولا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔! ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جواب کے لئے الفاظ نہ مل رہے ہوں۔

”میں تمہیں پولیس کے الجھیڑے سے بچا سکتا ہوں۔!“ آخر وہ اصل موضوع سے ہٹتا ہوا بولا۔

”پولیس.... کیا کر سکے گی۔ اگر حمزو اور اس کے گرگے سامنے نہ آئے۔!“

”کچھ نہیں تو مٹھی ہی گرم کرے گی۔!“

”یہاں کیا رکھا ہے ایک سوٹ کیس اور ایک بستر کے علاوہ....!“

”تو پھر وہ تم پر کوئی الزام لگا کر بند کر دیں گے۔!“

”روٹیاں تو کھلائیں گے۔!“

”آخر تم اتنے مایوس کیوں ہو۔ آدمی ہمیشہ ہی تو ناکام نہیں رہتا۔!“

”دیکھئے جناب۔ کہئے تو یہ بقیہ آدھی پیالی چائے نہ پیئوں۔!“

”کیوں.... کیوں بھئی۔!“

”پہلے یہ بتایئے کہ آپ کو بھیڑ نظر آنے والے بھیڑیئے کی کیوں ضرورت ہے۔!“

”یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔!“

”کوئی بات سمجھے بغیر میں قدم ہی نہیں اٹھاتا۔!“

”اگر ایسے ہی عقل مند ہو تو اس کتیا کے لئے اتنا کچھ کیسے کر گذرے۔!“

”اپنی جیب ہلکی کی تھی کسی کی کاٹی تو نہیں تھی۔!“

”پھر بھی یہ خبط۔!“

”میں نہیں جانتا کہ یہ کس قسم کا کومپلکس ہے۔ میں نے بتایا کہ بچپن ہی سے یہ عالم ہے۔ والدین کے ہاتھوں بہت پٹ چکا ہوں اس سلسلے میں۔!“

”اچھی بات ہے پہلے تم ناشتہ کر لو پھر بتاؤں گا۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تم سے کوئی غیر

قانونی یا غیر انسانی کام کرانا چاہوں گا تو یہ غلط ہے۔!"

"چائے کا کپ خالی کر کے اس نے بلند آہنگ ڈکار لی تھی۔ اور اس طرح منہ چلانے لگا تھا جیسے کھائے پیئے ہوئے سارے ذائقے ایک ایک کر کے پھر احساس کی سطح پر ابھر آئے ہوں۔ ہونقوں کی مانند جیلانی کو دیکھے جا رہا تھا۔

"اگر وہ کتیا اس پلیا کے نیچے نہ ہوتی اور تم نے یہیں بیٹھ کر اس پر دلچسپی نہ لی ہوتی۔ اور اسی علاقے میں تمہارا جھگڑا ان غنڈوں سے نہ ہوا ہوتا تو وہ کتیا اس طرح کبھی نہ ماری جاتی۔!"

"یہ پلیا اتنی اہم ہے۔!" ڈھمپ نے احمقانہ انداز مین سوال کیا۔

"یہ پلیا اس لئے اہم ہے کہ میری قیام گاہ سے ملحق ہے۔!"

"ارے تو یہ کیوں نہیں کہتے کہ اہمیت آپکی ہے۔ خواہ مخواہ پلیا پلیا یا کتیا کتیا کئے جا رہے ہیں۔!"

"یہی سمجھ لو.....! قصہ دراصل یہ ہے کہ اگر تم ان خطرناک غنڈوں کی اس طرح پٹائی نہ کرتے تو کتیا ہرگز نہ ماری جاتی۔!"

"چلئے یہ نئی ہوئی.....اب غنڈے اہم ہو گئے۔!"

"ان سے بھی زیادہ اہم تم خود ہو۔!" جیلانی نے کہا۔

"جناب عالی۔! اجازت ہو تو اب میں پاگل ہی ہو جاؤں۔ کیونکہ اہمیت کی یہ الٹ پھیر میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔!"

"جنہوں نے کتیا کو مارا ہے وہ مجھے باور کرانا چاہتے ہیں کہ اسی طرح وہ تمہیں بھی مار ڈالیں گے۔!"

"بھلا آپ کی اور میری کیا رشتہ داری کہ وہ آپ کو یہ باور کمرانا چاہتے ہیں۔!"

"اونہہ یوں سمجھو کہ وہ تمہیں میرا آدمی سمجھے تھے۔ محض اس بنا پر کہ تم نے غنڈوں کی پٹائی کر ڈالی تھی۔ غالباً وہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے انہیں مرعوب کرنے کے لئے تمہاری خدمات حاصل کی ہیں۔!"

"اب کچھ کچھ سمجھ آ رہی ہے بات..... یعنی کہ کچھ ایسے لوگ ہیں جن سے آپ کا جھگڑا چل رہا ہے لیکن وہ ابھی تک آپ پر قابو نہیں پا سکے۔ ویسے مختلف طریقوں سے آپ کو دھمکیاں دیتے رہتے ہیں۔!"

"بالکل درست سمجھے ہو تم۔!" جیلانی خوش ہو کر بولا۔

"اور اب آپ سچ مچ مجھے اپنا آدمی بنانا چاہتے ہیں۔!"

"یہی بات ہے۔!"

ڈھمپ طویل سانس لے کر رہ گیا۔ پھر بولا۔ "لیکن میں ایسے کسی معاملے میں ہاتھ نہیں ال سکتا جو الف سے لے کر بڑی یے تک میری سمجھ میں نہ آ گیا ہو۔!"

"فی الحال جتنا سمجھ میں آ گیا ہے اتنا ہی کافی ہے.....! جب تم خود کو اس کا اہل ثابت کر دو گے ؤ پورا معاملہ ذہن نشین کرا دیا جائے گا۔ اور تمہاری ملازمت کا یہ دور آزمائشی ہوگا۔!"

"خوب.....خوب.....! تو آپ مجھے ٹرائیل بیسس پر رکھ رہے ہیں۔!"

"یہی سمجھ لو۔!"

"اب ذرا مجھے میرے فرائض سے بھی آگاہ فرمایئے۔!"

"ان لوگوں کی چیرہ دستیوں سے مجھے محفوظ رکھنا۔!"

"کیا وہ آپ کو قتل کر دینا چاہتے ہیں۔!"

"نہیں۔ فی الحال مجھ پر قابو پانا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد میرے انجام کا انحصار خود میرے اپنے رویئے پر ہوگا۔!"

"اف فوہ.....! آپ پھر اس ڈور کو الجھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔! شائد یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ نے ان کی کوئی بات مان لی تو وہ آپ کو بخش دیں گے۔ ورنہ ڈڑنگ۔!"

"ڈھمپ نے "ڈڑنگ" کے ساتھ اپنی گردن پر انگلی پھیری تھی۔ جیلانی سیٹھ نے تھوک نگل کر سر کو اثباتی جنبش دی۔

"کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ لوگ کون ہیں۔!"

"میں نہیں جانتا۔!"

"لیکن اس کا علم تو ہوگا ہی کہ ان کی پشت پر کون ہے۔!"

"ظاہر ہے۔ ورنہ میں یہ کیسے جانتا کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔!"

"تب تو میں آپ کو ایک آسان ترین تدبیر بتاتا ہوں۔!"

"ضرور بتاؤ۔!"

"پولیس کو آگاہ کر دیجئے کہ وہ شخص آپ کو قتل کر دینا چاہتا ہے۔!"

"بڑی اچھی تدبیر بتائی۔!" جیلانی سیٹھ زہر خند کے ساتھ بولا۔ گویا مین اتنی دیر تک اسی لئے جھک مار تا رہا ہوں کہ تم یہ آسان تدبیر بتا کر رخصت ہو جاؤ۔!"

"میں نے کہا شائد آپ کو نہ سوجھی ہو.....!"

”پھر بیو قوفی کی باتیں شروع کردیں۔ حالانکہ ابھی ابھی بقراط کے لہجے میں بول رہے تھے۔!“

”بقراط کو یونانی میں بو کریٹیس کہتے ہوں گے جیسے سقراط کو سو کریٹس کہتے ہیں۔!“

”میں نہیں جانتا۔!“ جیلانی سیٹھ نے بیزاری سے کہا۔

”خیر.... خیر.... تو میں یہ سمجھوں کہ وہ کوئی ایسا ہی معاملہ ہے جسے آپ پولیس کے علم میں نہیں لاسکتے۔!“

جیلانی کچھ نہ بولا۔ ڈھمپ نے کہا۔ ”پس ثابت ہوا کہ کوئی غیر قانونی ہی چکر ہے۔!“

”قطعی ثابت نہیں ہوتا....! ہو سکتا ہے میں کسی کے خلاف کوئی واضح ثبوت فراہم کیئے بغیر پولیس سے رابطہ قائم نہ کرنا چاہتا ہوں....!“

”یہ بھی معقول بات ہے....!“ ڈھمپ سر ہلا کر بولا۔ ”دراصل میں یہی اطمینان کرنا چاہتا ہوں کہ قانون سے تو ٹکراؤ نہ ہوگا۔!“

”مطمئن رہو۔ میں کوئی جرم نہیں کر رہا۔ ایک ایسے شخص سے اپنا تحفظ کر رہا ہوں جس کے خلاف مجھے ثبوت فراہم کرنے ہیں۔!“

”کیا تنخواہ ہوگی۔!“

”کم سے کم اپنی ڈیمانڈ سے آگاہ کرو۔!“

”ڈھمپ خاموش ہو کر سوچنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ ”قیام و طعام آپ کے ذمے ہو تو ساڑھے تین سو میں بھی کام چل جائے گا۔ نہ تمباکو نوشی کرتا ہوں اور نہ شراب پیتا ہوں۔ ساڑھے تین سو روپے چیونگم کے لئے کافی ہوں گے۔!“

”تم نے یہ خبر بھی اچھی سنائی ہے کہ شراب نہیں پیتے۔ میری طرف سے پانچ سو روپے جیب خرچ، قیام و طعام میرے ذمے۔!“

”ہرگز نہیں۔ اگر ڈیڑھ سو زائد ملے تو شراب بھی پینے لگوں گا۔!“

”عجیب آدمی ہو....!“ جیلانی سیٹھ ہنس کر بولا۔

”تو میں آج سے آپ کا باڈی گارڈ ہوں۔!“

”تم نے اپنی صحیح حیثیت معین کی ہے۔!“

”تو اٹھالاؤں اپنا سامان باربر شاپ سے۔!“

”ضرور اٹھالاؤ.... لیکن میری گاڑی میں جاؤ گے۔ ڈرائیونگ آتی ہے۔!“

”لائسنس بھی ہے جناب عالی! لیکن یہاں اس کا اندراج نہیں ہے۔ یہ کام آپ کرا ہی دیں گے۔!“

”چٹکی بجاتے.... لیکن آج تمہیں ڈرائیور لے جائے گا۔!“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن آپ حلقے کے تھانے میں رپورٹ ضرور کردیں کہ مجھے بحیثیت باڈی گارڈ رکھا ہے۔ اس طرح میں ریوالور رکھنے کا مجاز بھی ہو جاؤں گا۔!“

”کبھی چلایا ہے ریوالور....!“

”جلد ہی آپ میری قادر اندازی کے بھی قائل ہو جائیں گے۔!“

”آخر تم نے یہ سب اتنی سی عمر میں کیسے حاصل کرلیا۔!“

”پہلی بار میٹرک میں فیل ہونے کے بعد سرکس میں بھرتی ہو گیا تھا۔ دو سال تک ٹریننگ حاصل کی ہے۔ دو سال کے بعد باپ کو معلوم ہو سکا تھا کہ میں تو کماؤ پوت بن گیا ہوں.... بس پھر اتنی پٹائی ہوئی کہ دوبارہ میٹرک میں داخلہ لینا پڑا۔!“

”اب جاؤ اور اپنا سامان یہیں لے آؤ.... میری گاڑی میں دیکھ کر حمزو اور اس کے گرگے تم سے دوبارہ الجھنے کا خیال ترک کردیں گے۔!“

”جی بہت بہتر....!“

◆

جولیانا فٹنر واٹر ایک ایک سے عمران کے بارے میں پوچھتی پھر رہی تھی۔ پندرہ دن سے غائب تھا۔ کوئی بھی اس کے بارے میں کچھ نہ بتا سکا۔ اب صرف صفدر اور نیمو ہی باقی بچے تھے جن سے ابھی تک ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔ اس نے سوچا ہو سکتا ہے وہ انہیں بھی اپنے ساتھ ہی لے گیا ہو۔ لیکن کہاں؟

عمران کے معاملے میں اس کا عجیب حال تھا سامنے ہوتا تو پھاڑ کھانے کو دوڑتی اور نظروں سے اوجھل ہونے پر عجیب سی بے چینی محسوس کرنے لگتی تھی۔ بہر حال اس وقت وہ پھر اس کی تلاش میں نکلنے والی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی....! اس نے بُرا سا منہ بنا کر ریسیور اٹھایا تھا۔ دوسری طرف سے ایکس ٹو کی آواز آئی۔

”عمران کے سلسلے میں کیوں پوچھ گچھ کرتی پھر رہی ہو۔!“

”وہ دراصل.... جناب اس نے مجھ سے کچھ رقم قرض لی تھی۔ لیکن وعدے کے مطابق ادائیگی نہیں کی۔!“ جولیا نے بڑی صفائی سے جھوٹ بولا۔

”میں نے تو آج تک نہیں سنا کہ اس نے کسی سے قرض لیا ہو۔ خیر یہ تم لوگوں کے اپنے معاملات ہیں۔!“

”وہ مجھ سے قرض لیتا ہے جناب دوسروں سے معلوم کر سکتے ہیں۔!“

”جولیانا.... غیر ضروری باتیں نہیں۔! تمہیں ایک لڑکی کی نگرانی کرنی ہے۔ انٹر نیشنل کے کمرہ گیارہ میں ٹھہری ہوئی ہے۔ طہران سے آئی ہے لیکن ایرانی نہیں ہے۔! اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کر کے مجھے براہِ راست باخبر رکھو۔!“

”بہت بہتر جناب۔!“

”نیمو کمرہ نمبر بارہ میں مقیم ہے۔! تم لڑکی کی باہر کی مصروفیات پر نظر رکھو گی۔!“

”بہت بہتر جناب۔!“

”دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے پر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر بُرا سا منہ بنایا۔ تو نیمو.... انٹر نیشنل کے کمرہ نمبر ۱۲ میں مقیم ہے اور گیارہ میں وہ لڑکی.... جولیا سوچ رہی تھی۔ لڑکی طہران سے آئی ہے۔ لیکن ایرانی نہیں ہے۔ آخر نیمو کب سے وہاں مقیم ہے؟ اور ایکسٹو اس سے بھی باخبر ہے کہ وہ اس دوران میں عمران کے بارے میں پوچھ گچھ کرتی رہی ہے۔!

خیالات میں الجھی ہوئی وہ انٹر نیشنل تک پہنچی تھی۔ کمرہ نمبر گیارہ پہلی منزل پر تھا۔ لفٹ کی بجائے اس نے زینے استعمال کئے۔ لاؤنج میں پہنچ کر رک گئی۔ لیکن اندازہ کرنا دشوار تھا۔ وہ دونوں اپنے کمروں میں موجود بھی ہیں یا نہیں کچھ دیر لاؤنج ہی میں بیٹھی تھی۔ پھر اٹھ کر کمرہ نمبر بارہ کے سامنے آکھڑی ہوئی تھی۔

دروازے پر آہستہ سے دستک دی.... اندر سے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی۔ دروازہ بھی کھلا تھا لیکن دروازہ کھولنے والا نیمو نہیں تھا۔ ایک لڑکی تھی۔ سرخ بالوں والی کوئی یورپین یا امریکن لڑکی۔! جولیا نے بوکھلا کر ایک بار پھر دروازے کے نمبر پر نظر ڈالی۔ وہ بلاشبہ کمرہ نمبر بارہ ہی تھا۔

”کیا یہ کمرہ نمبر بارہ نہیں ہے۔!“ بالآخر اس نے لڑکی سے سوال کیا جو اُسے حیرت سے دیکھے جا رہی تھی۔

”کمرہ نمبر بارہ ہے.... لیکن تم کون ہو....!“

”شائد مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔ معاف کرنا۔!“

”کوئی بات نہیں.... اب آئی ہو تو اندر آجاؤ.... میں یہاں تنہا ہوں۔!“

”اف فوہ.... میں معافی چاہتی ہوں۔!“

”کیا بہت جلدی میں ہو۔!“

”نہیں کوئی ایسی جلدی بھی نہیں۔!“

”تو پھر آجاؤ....!“

جولیا ہچکچاہٹ کے ساتھ اندر پہنچی.... لڑکی لہجے سے انگریز معلوم ہوتی تھی۔ لیکن رویہ انگریزوں جیسا نہیں تھا۔ انگریزوں کی فطرت کے مطابق اسے دروازہ بند کر لینا چاہئے تھا۔ لیکن اس نے اسے کمرے میں داخل ہونے کی دعوت دے دی تھی۔ اجنبیوں سے اس حد تک اخلاق برتنا انگریزوں کی سرشت نہیں ہو سکتی۔

”کیا تم بیٹھو گی نہیں۔!“ اس نے جولیا سے کہا اور جولیا نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا۔

”کیا تمہیں کسی کی تلاش ہے۔!“

”مجھے اطلاع ملی تھی کہ میرا ایک دوست کمرہ نمبر بارہ میں مقیم ہے۔!“

”دو تین دن پہلے ضرور رہا ہو گا۔ تین دن سے تو میں ہی مقیم ہوں اور عجیب اتفاق ہے کہ جس کے لئے آئی تھی وہ یہاں سے جا چکا ہے۔!“

”افسوس ہوا۔!“

”یہاں اور کسی کو نہیں جانتی۔ تم پہلی فرد ہو جس سے گفتگو ہو رہی ہے۔!“

”کہاں سے آئی ہو۔!“

”ایران سے.... یو کے سے تعلق ہے۔! ایران میں آثار قدیمہ پر ریسرچ کر رہی تھی۔! تمہارا تعلق کس ملک سے ہے۔!“

”میں جرمن بولنے والی سوئیس ہوں۔!“

”مگر انگلش انگریزوں کے لہجے میں بولتی ہو۔!“

”میری ماں انگریز تھی۔!“ جولیا نے کہا ”میرا نام جولیانا فٹز واٹر ہے یہاں ایک فرم میں کام کرتی ہوں۔!“

”میں روزا میکسویل ہوں....!“

دونوں نے مصافحہ کیا اور خواہ مخواہ ہنس پڑیں۔ پھر روزا نے پوچھا۔ ”کیا پیو گی۔!“

”پورٹ کے علاوہ اور کچھ نہیں پیتی....!“

روزا نے فون پر روم سروس سے رابطہ قائم کر کے پورٹ کے لئے کہا تھا۔ اور جولیا سے بولی تھی۔ !"اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔!"

"کس سلسلے میں....!"

"جس کے پاس آئی تھی وہ یہاں سے جا چکا ہے اب میرے پاس اتنی ہی رقم ہے کہ دو دن ے اور قیام کر سکوں۔!"

"یہ تو اچھی خبر نہیں ہے۔!"

"میری خاصی بڑی رقم اس کی تحویل میں ہے۔!"

"کیا تم نے اسے اپنی آمد سے مطلع کر دیا تھا۔!"

"میرا خط پہنچنے سے پہلے ہی وہ یہاں سے جا چکا ہے۔ خط میں نے یہاں اس کے لیٹر بکس ں پڑا دیکھا۔!"

"پھر اب کیا کرو گی....!"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ مجھے اور اسے یہاں سے ساتھ ہی ایران واپس جانا تھا۔!"

"کیا تمہارے پاس واپسی کا ٹکٹ نہیں ہے۔!"

"یہی تو حماقت سرزد ہوئی تھی کہ واپسی کا ٹکٹ نہیں لیا تھا۔!"

"واقعی بڑی دشواری میں پڑ گئی ہو۔!"

کسی نے دروازے پر دستک دی اور اجازت مل جانے پر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ روم روس کا بیرا تھا۔ پورٹ کی بوتل اور دو گلاس لایا تھا۔ ٹرے میز پر رکھ کر چلا گیا۔

روزا نے دونوں گلاسوں میں پورٹ انڈیلی۔ گلاس ہولے سے ٹکرائے اور ہونٹوں کی طرف ھ گئے۔

"میں اتنی مالدار تو نہیں ہوں کہ تمہاری مدد کر سکوں۔!" جولیا نے کہا۔ "لیکن اگر تم چاہو تو ٹل چھوڑ کر میرے ساتھ قیام کر سکتی ہو۔!"

"سوال واپسی کا ہے۔!"

"اپنے سفارت خانے سے کیوں رجوع نہیں کرتیں۔!"

"بعض وجوہات کی بناء پر میں ایسا نہیں کر سکتی۔!"

"میں کچھ اور سوچوں گی۔!" جولیا نے کہا۔

روزا نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہر گھونٹ کے ساتھ اس کی

تشویش بھی بڑھتی جا رہی ہو۔ جولیا قریباً ایک گھنٹے تک وہاں ٹھہری تھی اور اس دوران میں قطعی بھول گئی تھی کہ یہاں آئی کیوں تھی۔ بہر حال اسے مزید تسلیاں دے کر کمرے سے باہر نکلی تھی۔ زینوں کے قریب نیمو نظر آیا۔ اور اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے زینوں پر اتر گیا پھر وہ دونوں آگے پیچھے سڑک پر پہنچے تھے۔

"کیا خیال ہے تمہارا.... تم کیا کرتی پھر رہی ہو....!" نیمو نے جولیا سے سوال کیا۔

"یہی سوال میں تم سے بھی کر سکتی ہوں۔!"

"کیا تمہیں اس کے لئے کوئی ہدایت ملی ہے۔!"

"پہلے تم بتاؤ کہ کس کمرے میں مقیم ہو....!"

"کمرہ نمبر گیارہ میں۔!"

"لیکن آج تک تو ایسا نہیں ہوا کہ ایکس ٹو سے اس قسم کی کوئی غلطی سرزد ہوئی ہو۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"اس نے مجھے ایک ایسی لڑکی کی نگرانی پر مامور کیا تھا جو اس کے بیان کے مطابق کمرہ نمبر گیارہ میں مقیم تھی۔ اور اسی نے یہ بھی بتایا تھا کہ تم کمرہ نمبر بارہ میں رہتے ہو۔!"

"تمہارے سننے میں فرق آیا ہوگا۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!" وہ بیزاری سے بولی۔ "میں نے تو اسے تمہارا کمرہ سمجھ کر دروازے پر دستک دی تھی۔!"

"کیا مجھ سے مل بیٹھنے کا بھی حکم ملا تھا۔!"

"نہیں....! پھر اس سے فرق بھی کیا پڑتا۔!"

"عمران صاحب نے پہلے ہی یہ بات ذہن نشین کرا دی تھی کہ مجھے اتنا ہی کام کرنے کی ادت ڈالنی ہوگی جتنے کا حکم ملے۔!"

"ختم بھی کرو۔" جولیا ہاتھ جھٹک کر بولی۔ !"میں دراصل تم سے یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ ران کہاں ہے۔ قریباً پندرہ دن سے غائب ہے۔!"

"اس کے برخلاف میرا مشورہ ہے کہ تم فوری طور پر ایکس ٹو سے رابطہ قائم کر کے اُسے اس کی غلطی کا احساس دلا دو۔ میں نے تم دونوں کی گفتگو سُنی تھی۔!"

"اوہ.... مگر کہاں سے۔!"

"اپنے کمرے سے۔ اس کے کمرے میں ایسے آلات چھپا دیئے گئے ہیں جن کے ذریعے اندر

ہونے والی گفتگو میں اپنے کمرے میں بیٹھ کر ریکارڈ کرتا رہتا ہوں۔ یہ اطلاع قطعی غلط ہے کہ یہاں وہ کسی کو نہیں جانتی۔ کم از کم دو مختلف آوازیں تو میں نے ریکارڈ کر رکھی ہیں۔!“

”تب تو واقعی.... مجھے....! ایکس ٹو سے فوراً بات کرنی چاہئے۔ لیکن تم.... اس وقت تک یہیں ٹھہرو گے جب تک کہ میں سامنے والے بوتھ سے واپس نہیں آتی۔!“

”یہاں نہیں ٹھہروں گا.... ادھر کیفے خیابان ہے.... وہیں آنا۔!“

”او کے....!“ کہہ کر جولیا سڑک پار کر گئی۔ دوسری طرف ایک پبلک کال بوتھ تھا اس نے فون پر ایکس ٹو کے نمبر ڈائیل کئے اور جواب ملنے پر بولی۔ ”جولیانا سر؟“

”کیا خبر ہے۔!“

”آپ نے کہا تھا کہ وہ لڑکی کمرہ نمبر گیارہ میں مقیم ہے۔!“

”اگر میں نے کمرہ نمبر گیارہ کہا تھا تو غلط کہا تھا۔!“

”بہر حال اُس غلطی کی بنا پر اس سے مڈ بھیڑ ہو گئی....!“

”کیا مطلب....!“

جولیا نے جلدی جلدی پورا واقعہ دہرایا اور دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”میں نے تم سے یہ تو نہیں کہا تھا کہ نیمو سے مل بیٹھنے کی بھی کوشش کر ڈالنا۔!“

”جی نہیں.... آپ نے نہیں کہا تھا۔!“

”تو پھر....!“

”میں دراصل نیمو سے معلوم کرنا چاہتی....!“

”جولیانا.... کسی جھوٹ کی گنجائش نہیں۔“ وہ اس کی بات کاٹ کر بولا۔ ”تم نیمو سے عمران کا پتہ معلوم کرنا چاہتی تھیں۔!“

جولیا تھوک نگل کر رہ گئی.... ”ہلو“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”یس سر....!“

”اگر وہ لڑکی تمہاری پیشکش منظور کر لے تو اسے اپنے ساتھ رانا پیلس لے آنا۔!“

”لیکن میرا جھوٹ فوراً ہی اس پر منکشف ہو جائے گا۔ کسی فرم میں کام کرنے والی اتنے شاندار محل میں نہیں رہ سکتی۔“

”اس کی فکر مت کرو تمہیں اس کو وہیں لانا ہے....!“

”بہت بہتر جناب۔!“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔ جولیا بوتھ سے باہر آئی تھی۔ اور مسلسل سوچے جا رہی تھی کہ آخر ایکس ٹو آجکل اتنا شریف کیوں ہو گیا ہے۔ زیادہ الجھتا نہیں۔ لہجے میں تلخی بھی نہیں ہوتی۔

کیفے خیابان کے چھوٹے سے ہال میں نیمو کو تلاش کر لینا مشکل نہیں تھا۔ وہ ایک گوشے میں نظر آ گیا۔!

”کیا رہی۔!“ نیمو نے پوچھا۔

”سب ٹھیک ہے۔!“ وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی۔ ”صرف کافی منگوالو....!“

”بہت بہتر اور کوئی خدمت....!“

”زیادہ تیزی دکھانے کی ضرورت نہیں۔!“ جولیا اسے گھورتی ہوئی بولی۔

”بہت بہتر....!“ نیمو نے سعادت مندی سے کہا۔ ”لیکن وہ شخص بڑا بد نصیب ہے۔!“

”فضول باتیں مت کرو.... وہ کہاں ہے۔!“

”یہ تو نہیں جانتا.... لیکن جس واقعے کے بعد غائب ہوئے ہیں اس کا علم ہے۔!“

”کیسا واقعہ۔!“

”اسے واقعہ بھی نہ کہنا چاہئے۔ ایک بہت معمولی سی بات تھی.... لیکن حیرت انگیز کہی جا سکتی تھی۔!“

ویٹر آیا اور آرڈر لے گیا تھا۔ جولیا مضطربانہ انداز میں نیمو کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ نیمو ہاتھ ملتا ہوا بولا۔ ”آج سردی کچھ زیادہ ہی معلوم ہو رہی ہے۔!“

جولیا نے اسے گھورتے ہوئے سر کو جنبش دی.... شدت سے غصہ آ رہا تھا اس پر۔ جلدی سے بات پوری نہیں کر دیتا۔ خواہ مخواہ بکواس کئے جا رہا ہے....!

”میں اس وقت ان کے فلیٹ ہی میں تھا۔ سلیمان اور اس کی بیوی آپس میں لڑ پڑے تھے کسی بات پر....!“

”دونوں کو جہنم میں جھونکو منظر نگاری کی ضرورت نہیں۔!“

”ہاں تو مسٹر عمران جوزف کو فلسفہ وجودیت کے بارے میں بتا رہے تھے کہ اس کا کہانیوں اور ڈراموں کے علاوہ اور کہیں وجود نہیں ہے۔ اور ژاں پال سارتر سوچتے سوچتے تھک گیا ہے۔ اس لئے فلسفہ کھولت زیادہ موزوں نام رہے گا اس کا....!“

جولیا دانت پیس کر رہ گئی۔ کچھ بولی نہیں۔ نیمو کہتا رہا۔ ”پھر اچانک ایک تار آیا تھا۔ میں نہیں

جانتا کہ کیوں آیا تھا۔ تار کے مضمون سے بھی آگاہ ہوں لیکن اس کا مطلب سمجھنے سے قاصر۔!"

"کیا مضمون تھا۔!" جولیا نے بے چینی سے پوچھا۔

"کتیا بچے دینے والی ہے۔!"

"کیوں بکواس کر رہے ہو۔!"

"بڑی سے بڑی قسم کھا سکتا ہوں.....!"

"اچھا تو پھر.....!"

"عمران صاحب پر بوکھلاہٹ کا دورہ پڑا تھا۔ تار کے لفافے کو میز پر ڈال کر کسی سے کچھ کہے بغیر فلیٹ سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ وہ دن ہے اور آج کا دن ان کا سراغ نہیں مل سکا۔!"

"کتیا بچے دینے والی ہے۔!" جولیا آہستہ سے بڑبڑائی۔ کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "اگر تم سنجیدگی سے کہہ رہے ہو تو یقیناً حیرت انگیز اطلاع تھی۔!"

"اطلاع حیرت انگیز نہیں تھی بلکہ ان کا رویہ حیرت انگیز تھا۔!"

"تم نے خود دیکھی تھی وہ میسج.....!"

"کہہ تو رہا ہوں کہ وہ جلدی میں تار کا لفافہ میز پر ڈال گئے تھے۔!"

"کہاں سے آیا تھا تار۔!"

"شاہ دارا سے.... اطلاع دینے والے یا والی کا نام "زیبا" درج تھا۔!"

"زیبا.... میں اس نام کی ایک لیڈی ڈاکٹر سے واقف ہوں۔ جو شاہ دارا ہی میں رہتی ہے۔!"

جولیا نے کہا۔ اور پھر کسی سوچ میں پڑ گئی۔

◆

وہ شاہ دارا کی کامیاب ترین میڈیکل پریکٹیشنرز میں سے تھی۔ نام زیبا تھا اور تھی بھی دل کش خط و خال والی۔ عمر پچیس اور تیس کے درمیان رہی ہوگی۔ دل کے امراض کی اسپیشلسٹ تھی اس لئے متمول اور ادھیڑ عمر کے مرد بھی اس کے زیر علاج رہتے تھے۔ ان میں سے کئی اس حد تک متاثر تھے کہ روز ہی دل کا ایک آدھ دورہ اپنے اوپر مسلط کر کے اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جیلانی سیٹھ بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھا۔ شام کا کچھ حصہ اس کے مطب میں ضرور گذارتا۔ اس وقت بھی اس کی گاڑی زیبا کے مطب کے سامنے رکی تھی۔ خود ہی گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ اور ڈھمپ بحیثیت باڈی گارڈ پچھلی سیٹ پر تھا۔!

"کیا آپ کے قریب میری موجودگی بھی ضروری ہوگی جناب۔!" اُس نے بڑے ادب سے پوچھا۔

"نہیں.... یہاں ضرورت نہیں ہوگی۔! میں اپنا بلڈ پریشر چیک کرانے آیا ہوں۔!"

"مردوں کو مردوں اور عورتوں کو عورتوں سے بلڈ پریشر چیک کرانا چاہئے۔!"

"پھر بیوقوفی کی بات کی.....!"

"یقین کیجئے.... اللہ اسی طرح رحم کرتا ہے ورنہ بلڈ پریشر ہائی سے ہائی تر ہوتا رہتا ہے۔!"

"مت بکواس کرو۔!" کہتا ہوا جیلانی سیٹھ گاڑی سے اتر گیا۔ ڈھمپ نے نیچے اتر کر اس کے لئے دروازہ کھولنے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ پچھلی سیٹ پر براجمان چیونگم سے شغل کرتا رہا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ بھی گاڑی سے اترا تھا۔ اور قریب ہی کے ایک کیفے کی طرف چل پڑا تھا۔ دفعتاً کسی نے پیچھے سے آواز دی۔ "پلپلی صاحب۔!"

وہ رک کر مڑا اور سوچنے لگا کہ اس نے اسے کہاں دیکھا تھا۔ قریب پہنچ کر اجنبی نے کہا۔ "یہ تم کھلے بندوں کہاں پھر رہے ہو۔!"

"بند بندوں تو ناممکن ہے۔!"

"کہنے کا مطلب یہ کہ حمزو کے پٹھے تمہیں سارے شہر میں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔!"

"کیا یہ جگہ سارے شہر میں شامل نہیں ہے! مجھے تو ابھی تک کوئی بھی دکھائی نہیں دیا.... لیکن تم کون ہو.....!"

"میں اس وقت وہاں موجود تھا جب تم حمزو سے جھگڑا کر رہے تھے۔!"

"میں نہیں کر رہا تھا بلکہ اُسی نے شروع کیا تھا۔!"

"کچھ بھی ہو! تمہیں دو چار دن احتیاط برتنی چاہئے۔ ویسے سب کی ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں۔!"

"شکریہ.....! اس شہر کے لوگ بہت اچھے ہیں۔!"

"کیا تم کہیں باہر سے آئے ہو۔!"

"فرید آباد سے۔!"

"تب تو اور زیادہ محتاط رہو۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح محتاط رہوں.....!"

"خیر چھوڑو.... آؤ.... ایک ایک کپ چائے کا ہو جائے۔!" وہ اس کا بازو پکڑ کر کیفے کی طرف

لے جاتا ہوا بولا۔ اور ٹھیک اسی وقت ایک عجیب طرح کی خوشبو ڈھمپ کے ذہن پر حملہ آور ہوئی تھی۔ بڑی مسحور کن خوشبو تھی۔ اس نے دو تین لمبی لمبی سانسیں لیں۔ اور جاگتا جگمگاتا شہر ایک دم تاریک ہو گیا۔ نہ صرف شہر تاریک ہو گیا بلکہ اس کا وجود بھی اسی تاریکی میں گھل مل گیا۔

پھر نہ جانے کتنی دیر بعد وہ تاریکی کسی بپھرے ہوئے سمندر کی جھاگ اڑاتی ہوئی دیو پیکر لہروں میں تبدیل ہو گئی تھی۔ وہ لہریں اسے اچھالتی تھیں اور وہ بہت اونچائی سے پھر پانی کی سطح پر آ گرتا تھا۔ لیکن آنکھیں نہیں کھل رہی تھیں۔ پھر کسی بہت بڑی مچھلی نے اس کی گردن دبوچی تھی اور پانی کی سطح پر سیدھا کھڑا کر دیا تھا۔ دفعتاً چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔ وہ سخت زمین پر کھڑا جھوم رہا تھا۔ لیکن نہ وہ سڑک تھی اور نہ وہ ماحول.... ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ صرف پانچ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اور اُن پر پانچ سیاہ پوش بیٹھے نظر آ رہے تھے سر تا پا سیاہ پوش.... چہروں پر صرف آنکھوں کی جگہیں کھلی ہوئی تھیں۔

”اف.... فوہ....!“ ڈھمپ سر جھٹک کر بولا۔ ”تو یہاں بلیک بورڈ بیٹھا ہوا ہے۔!“

”خاموش رہو....!“ ایک کرسی سے سرد سی آواز آئی۔

ڈھمپ نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ کمرے میں صرف ایک ہی دروازہ تھا اور کمرہ ایئر کنڈیشنڈ معلوم ہوتا تھا۔!

”تم کون ہو۔!“ وہی آواز پھر سنائی دی۔

”ڈھمپ۔!“

”یہ کیا ہوتا ہے۔!“

”میری شکل دیکھ لو.... یہی ہوتا ہے۔!“

”تمہارا عہدہ کیا ہے۔!“

”ڈھمپوں کا کوئی عہدہ نہیں ہوتا۔ صرف عوام کے خادم ہوتے ہیں۔!“

”پولیس کے کس شعبے سے تعلق رکھتے ہو۔!“

”جس شعبے میں دل چاہے بھرتی کرا دو۔!“

”سیدھی طرح بات کرو.... یہ حمزو غنڈے کا معاملہ نہیں ہے۔!“

”پھر کس شریف آدمی کے نمائندے ہو تم لوگ....!“

بولنے والا دوسرے نقاب پوش کی طرف متوجہ ہو گیا.... اور بولا۔! ”اسے سبق دو۔!“

وہ نقاب پوش اٹھا۔ ڈھمپ نے اس کے ہاتھ میں چمڑے کا لمبا سا چابک دیکھا۔

”شراپ....!“ چابک کی آواز کمرے میں گونجی تھی.... اور ڈھمپ نے لمبی چھلانگ لگا کر خود کو اس کی زد سے بچایا تھا۔

”کسی تانگے والے کے نمائندے معلوم ہوتے ہو۔!“ ساتھ ہی ریمارک بھی پاس کیا تھا۔!

”ٹھہرو....!“ دوسرا نقاب پوش ریوالور نکالتا ہوا بولا۔ ”میں اسے کور کرتا ہوں.... اگر چابک کی مار سے بچے گا تو گولی کھائے گا۔!“

”اس کی نہیں ہوتی۔!“ ڈھمپ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”یا ریوالور یا چابک.... ویسے آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو۔!“

”اپنی حقیقت ظاہر کر دو....!“

”فرید آباد سے ملازمت کی تلاش میں آیا تھا۔ انٹرویو بھی دیا.... لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ اتنے میں وہ حاملہ کتیا نظر آ گئی۔!“

”کیا بک رہے ہو۔ کیسی حاملہ کتیا۔!“

”کیسی حاملہ کتیا.... عجیب سوال ہے۔ حاملہ کا مطلب بتاؤں یا کتیا کا۔ تم کتیا نہیں سمجھتے۔ ارے ایسی کتیا جو بچے دینے والی ہو۔!“

”یہ کیا بک رہا ہے....!“ نقاب پوش نے اپنے برابر والے کی طرف دیکھ کر کہا۔

”وہ کیا بتائیں گے.... تمہاری ہی طرح کے تو ہیں۔ مجھ سے پوچھو....!“ ڈھمپ جلدی سے بولا۔! ”ہے تو حماقت ہی۔ بارہا شرمندہ بھی ہوا ہوں اپنی اس عادت پر۔ مگر مجبوری ہے۔ شائد کوئی کومپلکس ہے۔ بچپن ہی سے یہ حال ہے کہ اگر کہیں کوئی حاملہ کتیا نظر آ جائے تو اس وقت تک اس کی دیکھ بھال کرتا رہتا ہوں جب تک کہ وہ فارغ نہ ہو جائے۔ یہاں بھی یہی ہوا۔ ادھر سے گذر رہا تھا کہ پلیا کے نیچے وہ کتیا نظر آ گئی.... بس اتنی ہی کہانی ہے میری.... ہاں.... وہ حمزو خوامخواہ لڑ پڑا تھا.... ورنہ میں بہت شریف آدمی ہوں.... دادا میاں کی طرف سے ڈھمپ اور نانہال کی طرف سے کٹلمپ ہوں۔ شائد آپ لوگوں نے میرے ناناہا ورڈ کٹلمپ کا نام سنا ہو۔ جنہوں نے سڑکوں پر سے کوڑا اٹھانے کی مشین ایجاد کی تھی۔!“

”ہم نے نہیں سنا۔!“

”تو اب سن لو....!“

”جیلانی سے تمہارا کیا تعلق ہے۔!“

”ان کا باڈی گارڈ ہوں۔ حمزو سے جھگڑے کے بعد انہوں نے مجھے اس ملازمت کی پیش کش

کی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ انہیں اپنے کچھ کاروباری حریفوں کی طرف سے خطرہ ہے۔!“

“کیا خیال ہے؟ تمہاری عدم موجودگی میں اسے قتل کر دیا گیا ہو گا۔!“

“خدا کی پناہ....!“ ڈھمپ بوکھلا گیا۔

“تم ڈیوٹی پر تھے.... اگر گاڑی میں اس کی لاش ملی اور تم غائب ہوئے تو۔! پولیس پہلے ہی سے تمہاری طرف سے تشویش میں مبتلا ہے۔!“

“یہ تم لوگوں نے کیا کیا....!“

“ابھی نہیں ہوا.... لیکن یہی ہو گا۔!“

“بڑی بزدلی کی بات ہے.... اوہ.... خدا کی پناہ....!“ ڈھمپ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ پانچوں نے قہقہے لگائے تھے۔ اور پھر ان میں سے ایک بولا تھا!“ جیلانی سے کہہ دینا کہ جس طرح تم حیرت انگیز طور پر ہم تک پہنچ گئے ہو اسی طرح ہم جب بھی چاہیں اُسے بھی طلب کر سکتے ہیں۔!“

“تو وہ کاروباری حریف آپ ہی حضرات ہیں۔!“

“بکواس ہے.... ہم اُس جیسے حقیر آدمی کے حریف کس طرح ہو سکتے ہیں۔!“

“پھر تو میری عقل حیران ہے۔!“ ڈھمپ بے بسی ظاہر کرتا ہوا بولا۔

“کیا اس نے تمہیں تفصیل نہیں بتائی....!“

“نہیں.... بس اتنا ہی کہ انہیں اپنے کچھ کاروباری حریفوں کی طرف سے خطرہ ہے۔!“

“اس سے کہہ دینا کہ یہ آخری وارننگ تھی.... اس کے بعد ایک ایک کر کے اس کے سارے افراد خاندان ختم کر دیئے جائیں گے لیکن اُسے زندہ رکھا جائے گا۔!“

“تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ یہاں سے میری واپسی ممکن ہے؟“ ڈھمپ خوش ہو کر بولا۔

“آخری وارننگ پہنچانے کی حد تک تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن اگر اس کے افراد خاندان کے ساتھ تم بھی مارے گئے تو یہ تمہاری اپنی غلطی ہو گی۔!“

“ملازمت بھی ملی تو تلوار کی دھار پر۔!“ ڈھمپ برا سا منہ بنا کر بولا۔

“تمہاری کیا حقیقت ہے اگر جیلانی پوری فوج بھی رکھ لے تو ہو گا وہی جو ہم چاہیں گے۔!“

“لیکن.... آخر تم لوگ مجھے پولیس والا سمجھنے پر کیوں مصر تھے۔!“

“خیال ہوا تھا کہ شائد اس نے پولیس سے مدد طلب کر لی ہے۔!“

“کیا وہ ایسا نہیں کر سکتے۔!“

“ہرگز نہیں۔! کوئی چور پولیس سے مدد طلب کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتا۔!“

“چور.... یعنی جیلانی سیٹھ....!“

“ایک گھٹیا قسم کا معمولی چور۔!“

“پتا نہیں.... میں کس چکر میں پڑ گیا ہوں۔ مگر بھائیو۔! آخر اس بے چاری کتیا کا کیا قصور تھا۔ آپ لوگوں نے اسے کیوں مار دیا۔ اور اس کے بچے کیوں اٹھوا لیے۔!“

“کیوں بکواس کر رہے ہو ہم ایسا کیوں کرنے لگے۔ کیا اس نے کوئی ایسی کہانی بھی سنائی ہے!“

“جی ہاں.... ان کی صاحب زادی نے اپنے بیڈ روم کی کھڑکی سے سارا ماجرہ دیکھا تھا۔ کئی آدمی ایک جیپ سے اترے تھے۔ کتیا پر گولی چلائی تھی۔ اور اس کے بچوں کو اٹھا لے گئے تھے۔!“

“اس معاملے کو پر اسرار بنا کر پیش کیا گیا ہے تمہارے سامنے.... ہو سکتا ہے وہ جیلانی ہی کے آدمی رہے ہوں۔!“

“لیکن دوستو....! میں کوئی ایسا اہم آدمی نہیں ہوں۔ جسے کچھ باور کرانے کے لئے جیلانی سیٹھ کو اس قسم کا ناٹک کھیلنا پڑے....!“

“اسی بنا پر تو ہمیں خیال ہوا تھا کہ تم کوئی اہم آدمی ہو۔!“

“تب تو مروا ہی دیا تھا جیلانی سیٹھ نے۔!“

“اب کیا ارادہ ہے.... ملازمت جاری رکھو گے....!“

“ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا۔!“

“ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ تم پوری وضاحت کے ساتھ ہماری آخری وارننگ اس تک پہنچا دو۔!“

دفعتاً ڈھمپ نے پھر وہی خوشبو محسوس کی تھی۔ سر چکرا گیا تھا اور وہ ایک بار پھر ڈھیر ہو گیا تھا۔

دوسری بار آنکھ کھلی تو سب سے پہلے سردی اور تیز ہوا کا احساس ہوا۔ پھر تاریکی ہی تاریکی.... اور بدبو کے بھبکے.... اٹھنا چاہا لیکن سر چھت سے ٹکرا گیا تھا.... خدا کی پناہ.... کیا وہ کسی صندوق میں بند ہے....! اس نے سوچا اور تیزی سے سر سہلانے لگا.... ٹھیک اسی وقت کسی گاڑی کے ہیڈ لیمپس کی روشنی نظر آئی تھی.... اور وہ اچھل پڑا تھا۔ ایک بار پھر سر میں چوٹ آئی اور وہ گھٹنوں کے بل چلتا ہوا پلیا سے باہر نکل آیا۔ یہ وہی پلیا تھی جس کے نیچے کتیا نے بچے دیئے تھے۔

وہ جیلانی سیٹھ کے بنگلے تک آیا۔ چوکیدار دھاڑا تھا۔ “کون ہے؟“

“بس بس.... زیادہ تیزی دکھانے کی ضرورت نہیں۔!“ ڈھمپ بیزاری سے بولا۔

“کون پلپلی صاحبُ....!“ چوکیدار نے سخت لہجے میں کہا۔! “پھاٹک نہیں کھلے گا صاحب

نے کہا ہے صبح کو آکر اپنا سامان لے جانا۔!“

”کیا بات ہے؟ آخر ہوا کیا۔!“

”تم صاحب کو بتائے بغیر غائب ہو گئے تھے۔ صاحب ناراض ہیں۔!“

”اگر جاگ رہے ہیں تو انہیں اطلاع دے دو کہ میں واپس آگیا ہوں.... اگر اس وقت ملاقات نہ ہو سکی تو پھر کبھی نہ ہو گی۔!“

دفعتاً کہیں دور سے جیلانی سیٹھ کی آواز آئی۔ ”کون ہے.... کیا بات ہے؟“

”میں ہوں سیٹھ یہ چوکیدار پھاٹک نہیں کھول رہا۔“ ڈھمپ نے ہانک لگائی۔

”یہ کیا حرکت تھی؟“ اس بار قریب ہی سے آواز آئی۔

”پھاٹک کھول دو....!“ جیلانی نے چوکیدار سے کہا۔

”اور پھر تھوڑی دیر بعد ڈھمپ لائبریری میں بیٹھا اپنی کہانی سنا رہا تھا۔ جیلانی سیٹھ کے چہرے کی رنگت پھیکی پڑتی جا رہی تھی۔ اس کے خاموش ہونے پر تھوک نگل کر بولا۔ ”تو تم کیفے بہار والے فٹ پاتھ پر تھے۔!“

”جی ہاں! چائے کی طلب ہوئی تھی۔ میں نے کہا جب تک آپ بلڈ پریشر چیک کرائیں میں ایک کپ چائے پی لوں....!“

”اور وہیں تم پر غشی طاری ہوئی تھی۔!“

”جی ہاں! میں بیان نہیں کر سکتا کہ کیسی خوشبو تھی۔!“

”کئی آدمی بے ہوش ہوئے تھے۔ اور انہیں ہسپتال پہنچایا گیا تھا۔ تمہیں بھی شائد اسی بہانے سے کوئی اٹھا لے گیا ہو گا۔!“

”جو کچھ بھی ہوا ہو! اب اس کا ذکر فضول ہے! آخری وارننگ میں نے آپ تک پہنچا دی۔!“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں....!“

”اگر اپنے خاندان والوں کی زندگیاں عزیز ہیں تو ان کا مطالبہ مان لیجئے۔!“

”کون سا مطالبہ۔!“

”وہی جس کی وضاحت آپ نے نہیں کی تھی۔!“

”میں اس کی وضاحت نہیں کر سکتا۔!“

”آپکی مرضی! لیکن اب مجھے چھٹی دیجئے۔! نقاب پوشوں سے مجھے ہول آتا ہے۔ ایسی فلمیں بھی نہیں دیکھتا جن میں کسی نقاب پوش کا رول بھی شامل ہو۔ وہ پانچوں مجھے خطرناک لگے تھے۔!“

”بس ڈر گئے۔!“

”نہیں سیٹھ۔! لیکن کسی معاملے کو پوری طرح سمجھے بغیر دخل اندازی بھی نہیں کرتا۔ اور آپ خود سوچئے کہ ان لوگوں نے کتنی آسانی سے مجھے اٹھوا لیا تھا۔!“

”لیکن وہ تمہیں کوئی نقصان بھی تو نہیں پہنچا سکے۔!“

”محض اسلئے انہوں نے مجھے وقتی طور پر بخش دیا تھا کہ میں ان کا پیغام آپ تک پہنچا دوں۔!“

”ہاں یوں بھی سوچا جا سکتا ہے۔!“

”سوچا نہیں جا سکتا۔ بلکہ حقیقت یہی ہے۔ انہوں نے یہی کہہ کر مجھے واپس کیا تھا کہ میں ان کا پیغام آپ تک پہنچا دوں۔!“

”دیکھا جائے گا۔! میں بھی کسی قدر وزن رکھتا ہوں۔ ورنہ وہ اتنے دنوں سے صرف دھمکیاں ہی نہ دیتے رہتے۔!“

”آپ کے خاندان والوں کی زندگیوں کا سوال ہے۔!“

”ڈھمپ کہیں انہوں نے تمہیں رشوت دے کر اپنا ہم نوا نہ بنا لیا ہو۔!“

”بس سوچ جایئے۔ میں تو چلا۔ اسی وقت اپنا سامان بھی اٹھاؤں گا۔!“

”ٹھہرو!“ جیلانی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”تم اس طرح نہیں جا سکتے۔! میں واقعی خطرے میں ہوں۔!“

”سوال تو یہ ہے کہ میں ایسے حالات میں کیا کر سکوں گا۔ خدا کی پناہ! میں تو اسے خوشبو کا حملہ ہی کہوں گا۔!“

”بہر حال انہوں نے تمہیں اچھی طرح مرعوب کیا ہے۔!“

”میری کیا اہمیت ہے۔ یہی سوال میں نے ان سے بھی کیا تھا۔ اور وہ تو مجھے پولیس کا آدمی بھی سمجھتے تھے۔!“

”ان کا خدشہ بے بنیاد نہیں تھا۔! ان کے خلاف میں پولیس کی مدد بھی لے سکتا ہوں۔!“

”تو پھر یہی کیجئے۔ ورنہ آپ کے افراد خاندان۔!“

”بس....!“ جیلانی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”بار بار افراد خاندان کا حوالہ نہ دو۔!“

”بہت بہتر۔!“ ڈھمپ سر ہلا کر بولا۔ ”لیکن آپ نے مجھے جس مقصد کے تحت ملازم رکھا ہے اس میں ناکام ہو چکا ہوں۔!“

”تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کا بھی یہی حشر ہوتا۔!“

”ایسے حالات میں میرا عدم اور وجود دونوں برابر ہیں۔!“

”میں ایسا نہیں سمجھتا۔ !“

”تو میری ملازمت بر قرار رہے گی۔ !“

”صد فیصد۔ میں دراصل یہ سمجھا تھا کہ تم نے غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا ہے۔ !“

”اس کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا سیٹھ.... کبھی ضرورت پڑی تو آپ دیکھ ہی لیں گے۔ ویسے آپ بلڈ پریشر چیک کرانا چھوڑ دیجئے۔ !“

”کیا مطلب۔ !“

”روزانہ ناشتے کے بعد لہسن کے تین جوے لے کر منہ میں ڈالئے اور کچل کر نگل جایئے۔ خدا نے چاہا تو کبھی بلڈ پریشر ہائی نہیں ہوگا۔ معالج حضرات اگر اپنے مریضوں کو الجھائے نہ رکھیں تو بڑی بڑی کوٹھیاں کیسے تعمیر کرا سکیں۔ !“

”فضول باتیں نہ کرو جا کر سو جاؤ۔ !“

”اور ہاں ان لوگوں نے کتیا کی موت اور اس کے بچوں کے غائب ہو جانے والے واقعے سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔ ان کا خیال ہے کہ یہ سب آپ ہی نے کرایا تھا تاکہ حالات پراسرار بن جائیں.... !“

”مجھے اس سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ !“

”مجھ سے سوال نہ کیجئے۔ میں نے انکا کہا بتایا تھا۔ اس سلسلے میں میری اپنی کوئی رائے نہیں۔ !“

”اگر انہوں نے تمہیں مجھ سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی تھی تو مجھے سوچنا پڑے گا۔ !“

ڈھمپ اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”کیا سوچنا پڑے گا۔ !“

”یہی کہ تم کسی نہ کسی طرح سچ مچ میرے لئے بہت اہم ہو۔ !“

”اس کا یہ مطلب ہوا کہ میں خود نہیں جانتا کہ میں کیا چیز ہوں.... !“

”وقت ہی بتائے گا کہ تم کیا چیز ہو۔ !“

”اپنی دانست میں تو میں نے ابھی تک ایک ہی خدمت کی ہے۔ !“

”کیا.... !“ جیلانی چونک کر اسے گھورنے لگا۔ !

”ناناجان.... مسٹر ہاورڈ کٹلمپ کی بیاض خاص کا نسخہ برائے ہائی بلڈ پریشر آپ کے گوش گذار کر دیا ہے۔ اور استدعا کی ہے کہ زیباؤں سے دور رہئے ورنہ محض دیدار ہی سے بلڈ پریشر ہائی جمپ لگا سکتا ہے.... !“

”پھر بکواس شروع کر دی.... جاؤ سو جاؤ.... !“ جیلانی آنکھیں نکال کر بولا۔

”آپ کی آنکھیں بہت خوبصورت ہیں جناب۔ ! مجھے یقین ہے کہ وہ خود ہی چاہتی ہو گی کہ آپ روزانہ اپنا بلڈ پریشر چیک کرالیا کریں۔ !“

”چلے جاؤ ورنہ تھپڑ رسید کر دوں گا۔ !“ جیلانی نے جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ کہا۔

”اوکے باس! کہہ کر ڈھمپ دروازے کی طرف مڑ گیا۔ ٹھیک اسی وقت اسے ایسا محسوس ہوا جیسے باہر کوئی موجود ہو۔ جھٹکے کے ساتھ اس نے دروازہ کھولا تھا۔ باہر جو کوئی بھی تھا تیزی سے بائیں جانب والی تاریک راہداری میں غائب ہو گیا۔

ڈھمپ پورے بنگلے کو پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ جانتا تھا کہ اب کس طرح اور کہاں اس سے دوبارہ مڈبھیڑ ہو سکے گی۔ بڑی تیزی سے وہ بائیں جانب مڑا تھا اور ایک کمرے میں گھس کر دوسری طرف نکل گیا تھا۔ پھر زینوں کے قریب اس نے اسے جا ہی لیا۔

”خدا کی پناہ۔ !“ وہ اس کا راستہ روکتا ہوا بولا۔ ”آپ ہیں.... !“

غزالہ کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔

”پاپا کی ٹوہ میں رہتی ہو.... بُری بات ہے.... !“

”خاموش رہو.... !“ وہ آہستہ سے سخت لہجے میں بولی۔ ”اوپر چلو.... !“

”جی بہت بہتر.... !“ ڈھمپ نے سعادت مندانہ انداز میں کہا اور اس سے پہلے ہی زینوں پر جا چڑھا۔ وہ اسے اپنی خواب گاہ کے برابر والے کمرے میں لے آئی تھی۔

”میں نے ساری باتیں سُنی تھیں۔ !“ اس نے ڈھمپ کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

”ارے باپ رے.... !“

”تم مجھے ایمان دار آدمی معلوم ہوتے ہو۔ !“

”عزت افزائی کا شکریہ۔ !“

”جھوٹ نہیں سننا چاہتی۔ !“

”میں نے سیٹھ صاحب کو جو کچھ بھی بتایا ہے اس میں ایک فیصد بھی جھوٹ شامل نہیں۔ !“

”مجھے اس سے بحث نہیں۔ میں تم سے جو کچھ معلوم کرنا چاہتی ہوں اس کے سلسلے میں تم دروغ گوئی سے کام نہیں لو گے۔ !“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ !“

”کیا ڈیڈی کوئی غیر قانونی کام کر رہے ہیں۔ !“

”خدا ہی جانے.... میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ ! جو کچھ مجھے بتایا وہی میں نے ان

نامعلوم آدمیوں کے سامنے بھی دہرایا تھا۔ آپ بھی سن لیجئے انہوں نے اپنے بعض کاروباری حریفوں کی دستبرد سے بچنے کے لئے میری خدمات حاصل کی ہیں۔!"

"وہ نامعلوم آدمی کیا چاہتے ہیں....!"

"مجھے معلوم ہو جائے تو ان کی چاہت کا خاتمہ چٹکی بجاتے کر سکتا ہوں۔!"

"کیا انہوں نے اپنے کاروباری حریفوں کی نشان دہی بھی کی ہے۔!"

"جی نہیں۔!"

"باڈی گارڈ تو زندگی کی حفاظت کے لئے رکھا جاتا ہے۔!"

"اسے لائف گارڈ کہتے ہوں گے۔ باڈی گارڈ تو صرف اوپری ٹوٹ پھوٹ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔!"

"یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ کاروباری حریف زندگی کے خواہاں نہیں ہیں صرف ہاتھ پیر توڑ دینا چاہتے ہیں۔!"

"میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہتا مس صاحبہ! لیکن اب آپ میرے ایک سوال کا جواب دیجئے۔!"

"پوچھو! کیا پوچھنا ہے۔!"

"آپ کو یہ خدشہ کیوں کر لاحق ہوا کہ آپ کے ڈیڈی کوئی غیر قانونی کام کر رہے ہیں۔!"

"بہتیرے بزنس مین کر رہے ہیں اور اسے بُرا نہیں سمجھتے۔!"

"آپ کے ڈیڈی کیا کر سکتے ہیں۔!"

"یہ میں نہیں جانتی۔ لیکن ایک ایسے تاجر کو جانتی ہوں جو بظاہر دیسی گھی کی تجارت کرتا ہے۔ لیکن اصل بزنس چرس کی اسمگلنگ ہے۔!" غزالہ نے کہا۔

"گھی کی تجارت ہونے کی بنا پر چرس کی نقل و حرکت آسان ہو جاتی ہے۔! گھی کے کنستروں میں دو خانے بنوا لیئے گئے۔ نچلے خانے میں چرس اور اوپر گھی بھرا ہوا ہے۔! کسٹم والے جھک مار کر رہ جائیں گے۔ یہ بات تو سمجھ میں آسکتی ہے لیکن آپ کے ڈیڈی کا بزنس....!"

"ان کے مختلف بزنس ہیں۔!"

"آخر کس بزنس کی آڑ میں وہ کوئی غیر قانونی بزنس بھی کر سکتے ہیں۔!"

"یہ میں نہیں جانتی۔!"

"آپ کے ڈیڈی شریف آدمی ہیں۔ ان کے بارے میں ایسی باتیں نہ سوچئے....!"

"میں ان کیلیئے فکر مند ہوں اور تمہاری وجہ سے اس فکر مندی میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔!"

"اگر ایسی بات ہے تو اسی وقت میں یہ ملازمت ترک کرنے کو تیار ہوں۔!"

"تم غلط سمجھے۔! میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ تم مجھ سے ساز باز کر لو۔!"

"اس ساز باز کی نوعیت کیا ہو گی۔!"

"اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ ڈیڈی کوئی غلط کام کر رہے ہیں تو مجھے آگاہ کر دینا....!"

"یہ قطعی ناممکن ہے! اس سے میرے کردار میں حرف آئے گا لیکن اگر میں اچانک غائب ہو جاؤں تو یہی سمجھ لیجئے گا۔!"

"کیا مطلب۔!"

"اگر مجھے شبہ بھی ہو گیا کہ وہ کوئی کام خلافِ قانون کر رہے ہیں تو پھر یہاں نہیں ٹکوں گا۔!"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی....!"

"میں نے آپ کے ڈیڈی کو بھی آگاہ کر دیا ہے کہ میں کسی غیر قانونی حرکت میں ملوث ہونا پسند نہیں کروں گا۔!"

"دوسری بات....! آخر ڈیڈی نے کس بناء پر تمہیں اس قدر قابلِ اعتماد سمجھ لیا کہ تم اس طرح بنگلے میں گھومتے پھر رہے ہو۔!"

"اس سلسلے میں خود اپنے ذہن کو ٹٹولئے.... آخر آپ کس بنا پر مجھ سے اس قسم کی باتیں کر رہی ہیں.... اور یہاں لے آئی ہیں....!"

"تت.... تم....!" وہ ہکلا کر رہ گئی۔ پھر ہنس کر بولی۔! "تمہاری شکل ہی ایسی ہے....!"

"آپ نے ہم دونوں کی پوری گفتگو سنی تھی۔!" ڈھمپ نے اس ریمارک کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

"ہاں.... میں نے پوری گفتگو سنی تھی۔!"

"اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اپنے ڈیڈی کی طرح آپ بھی ان پانچوں نقاب پوشوں اور ان کی دھمکیوں سے مرعوب نظر نہیں آتیں....!"

"میری ہی طرح انہوں نے بھی اس واقعے پر یقین نہ کیا ہو گا۔!"

"کیا مطلب....!"

"اپنی نوکری پکی کرنے کے لئے تم نے یہ کہانی گھڑی ہے۔!"

وہ تیزی سے دروازے کی طرف مڑا تھا.... اور باہر نکل گیا تھا۔

◆

جولیا اسے ساتھ لے کر ہوٹل سے نکلی تھی۔ اور رانا پیلس کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔ اور اس کام کے لئے اپنی گاڑی استعمال کرنے کی بجائے ٹیکسی کا انتظام کیا تھا لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اس نے روانگی سے قبل ایکس ٹو کو اطلاع دی تھی۔ اور ایکس ٹو نے اسے بتایا تھا کہ کن راستوں سے گذر کر اسے رانا پیلس تک پہنچنا ہے آخر اس کی کیا ضرورت تھی۔ مقصد تو رانا پیلس تک پہنچنا تھا۔ خواہ کوئی راستہ اختیار کیا جاتا۔ اور پھر ایکس ٹو ہی کی ہدایت کے مطابق اپنی گاڑی انٹر نیشنل کی کمپاؤنڈ میں چھوڑ دینی پڑی تھی۔ اس نے خصوصیت سے تاکید کی تھی کہ کنجی اگنیشن ہی میں چھوڑ دی جائے۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ گاڑی کوئی اور وہاں سے لے جائے گا۔ بہر حال اب وہ ٹیکسی میں روزا میکسوئیل کو بتائے ہوئے راستوں سے رانا پیلس کی طرف لے جا رہی تھی۔ اس طرح ٹیکسی کو ایک سنسان راستے سے بھی گذرنا پڑا۔ جو صرف نیول ہیڈ کوارٹر کی گاڑیوں کے لئے مخصوص تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے انہیں آگاہ بھی کیا تھا کہ وہ عام راستہ نہیں ہے۔ لیکن جولیا نے اسے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ انہیں روکا نہیں جائے گا۔ ویسے یہ اور بات ہے کچھ ہی دور چلنے کے بعد ان کا راستہ ایک لمبی سی گاڑی نے روک لیا ہو۔ بیچ سڑک پر آڑی کھڑی کی گئی تھی۔ ٹیکسی والا ہارن پر ہارن دیتا رہا۔ لیکن وہ اپنی جگہ سے ہلی تک نہ تھی۔ بلآخر اس نے اس کے قریب پہنچ کر ٹیکسی روک دی اور دوسرے ہی لمحے میں اس کے دیوتا بھی کوچ کر گئے۔ کیونکہ دو ریوالور کی نالیں ان کی طرف اٹھی تھیں۔ تیسرا آدمی گاڑی سے اتر کر ٹیکسی کے قریب آیا اور ڈرائیور کو قہر آلود نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔ "تم چپ چاپ بیٹھے رہنا نہیں تو کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا۔!"

جولیا نے آواز سے پہچانا تھا کہ وہ صفدر کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ویسے میک اپ اتنا ہی مکمل تھا کہ اس کے فرشتے بھی نہ پہچان سکتے۔!"

"یہ کیا ہو رہا ہے۔!" روزا خوف زدہ سی آواز میں بولی۔

"تم دونوں خاموشی سے اتر کر گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔!" ان سے کہا گیا۔

"لل.... لیکن کیوں۔!" جولیا نے بد حواسی کی ایکٹنگ کی۔

"یہ بعد میں بتا دیا جائے گا۔ جلدی کرو....!"

اس نے ٹیکسی کا دروازہ کھولا تھا۔ ڈرائیور اپنی سیٹ پر بیٹھا ہانپتا رہا۔ اس نے انجن بند نہیں کیا تھا۔

"انجن بند کر دو۔!" صفدر ڈپٹ کر بولا۔ ڈرائیور نے مشینی انداز میں تعمیل کی تھی۔

ان دونوں کو ٹیکسی سے اُتر کر دوسری گاڑی میں بیٹھنا پڑا تھا۔ صفدر بھی ان کے قریب ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔!

"دفع ہو جاؤ۔!" اس نے ٹیکسی ڈرائیور کی طرف ہاتھ اٹھا کر سخت لہجے میں کہا تھا۔ اور ڈرائیور نے انجن اسٹارٹ کر کے ٹیکسی اسی طرف موڑ دی تھی جدھر سے آیا تھا۔ دوسری گاڑی بھی سیدھی ہوئی اور سفر دوبارہ شروع ہو گیا۔

"تم لوگ غیر ملکیوں کو لوٹ کر اچھی مثال نہیں قائم کرو گے۔!" جولیا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"خاموش بیٹھی رہو۔!" صفدر غرایا۔ اس نے بھی اپنا ریوالور نکال کر گود میں رکھ لیا تھا۔

روزا میکسویل کی تو گھگھی بندھ گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُس کے حلق سے تو اب آواز ہی نہ نکل سکے گی۔ کبھی کبھی شکایت آمیز نظروں سے جولیا کی طرف دیکھ لیتی تھی۔!

دفعتاً جولیا نے اس سے کہا۔ "بے فکر رہو! ٹیکسی ڈرائیور پولیس کو مطلع ضرور کرے گا۔ اور یہ لوگ ہمارا بال بھی بیکانہ کر سکیں گے۔!"

اس پر صفدر نے قہقہہ لگایا تھا۔ لیکن اظہارِ خیال نہیں کیا تھا۔ گاڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی رہی۔

"آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو۔!" جولیا تھوڑی دیر بعد بولی۔

"کچھ بھی نہیں۔ اگر تم دونوں نے خاموشی سے تعاون کیا تو تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔!"

"یعنی ہم چپ چاپ تمہارے ساتھ چلتے رہیں۔!"

"یہی مطلب ہے۔!" صفدر بولا۔

"آخر کیوں۔!"

"تم شائد بہت زیادہ بولنے کی عادی ہو۔!"

"ہم مٹی کے توبے نہیں ہیں۔!"

"بہت زیادہ بہادری نہ دکھاؤ۔!"

"مم.... خاموش رہو۔!" روزا جولیا کے زانو پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

جولیا نے اس کے ہاتھ میں لرزش سی محسوس کی۔

صفدر کو تو اس نے آواز سے پہچانا تھا لیکن وہ دونوں کون تھے! وہ سوچتی رہی اتنے میں روزا نے جرمن زبان میں کہا۔ “اب کیا ہوگا.... یہ لوگ بتاتے کیوں نہیں کہ اس کا مقصد کیا ہے۔!”

“میں بہت شرمندہ ہوں۔!” جولیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی “نہ میں تمہیں ہوٹل سے نکالتی اور نہ یہ اُفتاد پڑتی۔!”

“میں تمہیں الزام نہیں دے رہی۔!” روزا جلدی سے بولی۔ “کیا یہ لوگ ہمیں فروخت کردیں گے۔ میں نے سنا تھا کہ ان اطراف میں اب بھی بردہ فروشی ہوتی ہے۔!”

“نہیں.... یہ غلط ہے.... میں کئی سال سے یہاں مقیم ہوں۔ پہلی بار اس قسم کے واقعے سے دوچار ہوئی ہوں۔ تصور بھی نہیں کرسکتی تھی۔!”

“تب تو تم ان سے پوچھو کیا یہ سب کچھ میری وجہ سے ہو رہا ہے۔!”

“تمہاری وجہ سے کیوں؟ تمہیں یہاں والے کیا جانیں۔!”

“تم پوچھو تو.... ہوسکتا ہے اُسی نے کوئی کھیل شروع کیا ہو جس کیلئے میں یہاں آئی تھی۔!”

“یہ تم دونوں نے کس زبان میں گفتگو شروع کردی ہے۔!” صفدر نے انگلش میں کہا۔

“ہم اس وقت تک تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دیں گے جب تک تم ہمیں اس حرکت کا مقصد نہیں بتاؤ گے۔!” جولیا نے بھی انگلش ہی میں جواب دیا تھا!

“ہم اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے کہ تمہیں ایک جگہ پہنچانا ہے۔!”

“اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ کام تم کسی اور کے لئے کر رہے ہو۔!”

“یہی بات ہے....!” صفدر سر ہلا کر بولا۔

“وہ کون ہے۔!”

“میں نے کہا تھا کہ خاموش بیٹھو۔!” صفدر نے غصیلی آواز میں کہا۔

“چپ رہو....!” روزا نے پھر جولیا کا زانو دبایا۔

گاڑی اب ایک کچے راستے پر چل رہی تھی۔ جس کے دونوں اطراف میں دور دور تک کپا کے کھیت بکھرے ہوئے تھے۔ کچھ اندازہ ہی نہیں ہوسکا تھا کہ گاڑی کب شہر کی حدود سے باہر نکل گئی تھی۔

دفعتاً جولیا تذبذب میں پڑ گئی۔ ہوسکتا ہے یہ صفدر نہ ہو۔ اگر اس قسم کی کوئی اسکیم ہوتی اسے لاعلم رکھنے کا کیا مقصد ہوسکتا ہے۔! مگر ایکس ٹو کی ہدایات پر غور کرتے ہی پھر سار شبہات رفع ہوگئے شائد اسی لئے اس نے راستوں کی نشان دہی کردی تھی کہ سنسان سڑک پر ا

کے دوسرے ماتحت بہ آسانی اپنی کارگذاری دکھا سکیں۔

گاڑی ایک جگہ رُک گئی اور صفدر نے ان سے کہا۔ “اب کچھ دور پیدل چلنا پڑے گا۔!”

روزا میکسویل کی حالت ابتر ہوتی جا رہی تھی۔ جولیا نے اسے سہارا دیا۔ قریبی پگڈنڈی سے گذر کر وہ لکڑی کے تختوں سے بنائے ہوئے ایک جھونپڑے تک پہنچے تھے۔

“مم.... میں.... بہت خائف ہوں۔!” روزا نے آہستہ سے جولیا کے کان میں کہا۔

“میں بہت شرمندہ ہوں۔ میری وجہ سے....!”

“تم بھی تو پڑی ہو مصیبت میں....! لیکن یہ سب کچھ میرے لئے ہے یا تمہارے لئے میرے پاس کا کوئی جواب نہیں ہے۔!”

جھونپڑے کے اندر دو تخت پڑے ہوئے تھے۔ ایک پر ان دونوں کو بٹھا دیا گیا۔ صفدر کے ساتھی دروازے کے قریب ہی کھڑے رہے تھے۔ اور وہ آگے بڑھ کر بولا تھا۔

“تم میں سے کون ہے جو ایران سے آئی ہے....!”

“کک.... کیوں؟” روزا بول پڑی۔

“تو تم ہی ہو....!”

اُس نے خوفزدہ انداز میں سر کو جنبش دی۔ اور صفدر اُسے گھورتا ہوا بولا۔ “تم نے ابھی تک رپورٹ کیوں نہیں دی.... اور یہ کون ہے؟”

“میری وہ ڈائری کھو گئی جس پر پتہ لکھا ہوا تھا۔!” وہ آہستہ سے بولی۔

“پتہ تمہیں زبانی یاد ہونا چاہئے۔!”

“مجھے یقین دلایا گیا تھا کہ وہ مجھے انٹر نیشنل کے کمرہ نمبر بائیس میں ملے گا۔ پتے کی حیثیت ثانوی تھی۔!”

“تو پھر وہ کہاں گیا....!”

“اگر جانتی ہوتی تو یہ حشر کیوں ہوتا....!” اُس نے جولیا کی طرف دیکھ کر کہا۔ “ان سے اتفاقاً ملاقات ہوگئی تھی۔ اور یہ مجھے اپنے ساتھ لئے جا رہی تھیں۔ ورنہ میرا کیا حشر ہوتا۔!”

“ہوسکتا ہے کہ تم نے اُسے پہچانا نہ ہو۔!”

“وہ تین دن پہلے کمرہ نمبر بائیس میں مقیم تھا۔ نام بدلے جاسکتے ہیں صورت نہیں بدلی جاسکتی۔ میں نے روم سروس والوں کو اس کی تصویر دکھا کر تصدیق کی تھی۔!”

“اوہ.... تو تصویر ہے تمہارے پاس....!”

”کیوں نہیں۔۔۔۔!“

”لاؤ۔۔۔۔ دیکھوں۔۔۔۔!“ اُس نے اُس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ روزا نے ہینڈ بیگ سے ایک تصویر نکال کر اُسے تھما دی۔!

اس دوران میں جولیا حیرت سے کبھی روزا کی طرف دیکھتی رہی تھی اور کبھی صفدر کی طرف آنکھوں میں ایسے ہی آثار تھے جیسے وہ دونوں سمجھ میں نہ آنیوالی کسی زبان میں گفتگو کر رہے ہوں۔

صفدر نے تصویر پر اچٹتی ہوئی سی نظر ڈالی تھی۔ اور پھر اسے جیب میں رکھتا ہوا بولا تھا۔ ”اب پہلے ہم اسے تلاش کریں گے اُس کے بعد ہی بات آگے بڑھ سکے گی۔۔۔۔!“

”اور میرا کیا ہوگا۔!“

”تم اس وقت تک ہمارے ساتھ رہو گی جب تک ہم اسے نہ ڈھونڈ نکالیں۔ دونوں کا تحفظ کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔!“

وہ کچھ نہ بولی۔ اور صفدر نے جولیا سے کہا۔ ”تم جہاں جانا چاہو جا سکتی ہو۔۔۔۔!“

”کیا مطلب۔۔۔۔!“

”یہ ہمارے ساتھ جائے گی۔!“

”تم آخر ہو کون۔۔۔۔!“ جولیا آنکھیں نکال کر بولی۔

”بس بات بڑھانے کی ضرورت نہیں۔!“ صفدر نے ہاتھ اٹھا کر سخت لہجے میں کہا۔ ”یہ ہماری مہمان ہیں ایک غلط فہمی کی بنا پر ہم تک نہیں پہنچ سکی تھیں۔!“

جولیا نے روزا کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر ہچکچاہٹ کے آثار تھے۔ وہ چند لمحے اسے پر تشویش نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ ”تم کیا کہتی ہو۔!“

”یہ لوگ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میری ذمہ داری انہی لوگوں پر ہے۔!“

”ان لوگوں پر۔۔۔۔!“ جولیا طنزیہ لہجے میں بولی۔ ”جو ریوالور دکھا کر اپنی باتیں منواتے ہیں۔!“

”کسی غلط فہمی کی بناء پر ایسا ہوا تھا۔!“

”مجھے کیا۔۔۔۔!“ جولیا شانے سکوڑ کر بولی پھر اس نے صفدر سے کہا۔ ”مجھے واپس انٹر نیشنل پہنچا دو۔!“

”لیکن اگر تم نے کوئی غیر معمولی حرکت کی تو نتیجے کی خود ذمہ دار ہو گی۔!“

”غیر ضروری باتوں سے مجھے کوئی دل چسپی نہیں۔!“ جولیا نے خشک لہجے میں کہا۔

”اچھی بات ہے۔۔۔۔ تو چلو۔۔۔۔!“ اس نے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

لیکن روزا میکسویل کو وہیں روک لیا گیا تھا۔

باہر نکل کر صفدر آہستہ سے بولا ”تم بہت اچھی اداکارہ ہو۔!“

”چکر کیا ہے۔۔۔۔!“ جولیا نے پوچھا۔

”پتا نہیں۔۔۔۔ بس یہ کہا گیا تھا کہ تم دونوں کو اس ہٹ تک لے جایا جائے پھر اسے وہیں روکا جائے۔ اور تم واپس کر دی جاؤ۔!“

ٹیکسی ڈرائیور نے تمہاری گاڑی کے نمبر ضرور نوٹ کئے ہوں گے۔۔۔۔ اور پولیس کو اطلاع دے دی ہو گی۔!“

”نمبر پلیٹ بدلی جا چکی ہے۔ اور کیا تم سچ مچ انٹر نیشنل واپس جانا چاہتی ہو۔!“

”میری گاڑی وہیں ہے۔!“

”اگر تم نے ایکس ٹو کی ہدایت کے مطابق کنجی اگنیشن ہی میں چھوڑ دی ہو گی تو اب تک اسے تمہارے بنگلے پر پہنچا دیا گیا ہو گا۔!“

”عمران کا بھی کہیں پتا ہے۔!“

”نہیں میں نہیں جانتا۔!“

”لہجے ہی سے جھوٹ کی بو آ رہی ہے۔!“

”سوال یہ ہے کہ جب تم نے نیمو سے معلوم کر لیا ہے تو مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو۔!“

”اوہ۔۔۔۔ تو اتنی دیر میں اس نے تمہیں مطلع بھی کر دیا۔!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا میں نے قیاساً کہا تھا۔!“

”تمہیں بھی بتایا ہو گا اس نے۔!“

”بات ہی ایسی تھی کہ اس کے پیٹ میں نہیں ٹک سکی تھی۔!“

”تمہارا کیا خیال ہے اس کے متعلق۔!“

”غالباً ٹیلی گرافک میسیج کے بارے میں میرا خیال معلوم کرنا چاہتی ہو۔!“

”ظاہر ہے۔۔۔۔!“

”ہو سکتا ہے کوڈ ورڈز ہوں۔۔۔۔!“

”ہمارے مروجہ کوڈ سے مختلف۔۔۔۔! لیکن یہ زیبا۔۔۔۔!“

”قیاس آرائیوں سے کیا فائدہ۔۔۔۔!“

”میں شاہ دارا کی ایک لیڈی ڈاکٹر زیبا کو جانتی ہوں۔!“

”ضروری نہیں کہ عمران صاحب بھی اسے جانتے ہوں۔ !“

”عمران ہی نے ایک بار تعارف کرایا تھا۔ کیپٹن فیاض کی کزن ہے شائد..... !“

”خواہ مخواہ سر کھپا رہی ہو۔ !“ صفدر نے کہا۔ !” ویسے یہ مشورہ دوں گا کہ اب اپنی چھان بین کا سلسلہ ختم کردو۔ !“

”میں نے تم سے مشورہ نہیں طلب کیا تھا۔“ جولیا نے تلخ لہجے میں کہا۔

صفدر پھر کچھ نہیں بولا تھا اور گاڑی تیز رفتاری سے راستہ طے کرتی رہی تھی۔

◆

غزالہ نے قفل کے سوراخ سے اس کے کمرے میں جھانکا تھا اور متحیرانہ انداز میں منہ کھول کر رہ گئی تھی۔ کیونکہ وہ کمرے کے وسط میں فرش پر سر کے بل کھڑا نظر آیا تھا۔ جسم میں ہلکی سی بھی جنبش نہیں پائی جاتی تھی۔

تو یوگا کی ورزشیں بھی ہوتی ہیں۔ اُس نے سوچا اور پھر دروازے پر دستک دے ڈالی۔ !

وہ ہڑبڑا کر سیدھا ہو گیا تھا۔ جلدی سے سلیپنگ گاؤن پہنا اور اس کی پیٹی کستا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ غزالہ دروازے سے دو فٹ کے فاصلے پر کھڑی ہو گئی۔ اُس نے دروازہ کھولا اور ٹھٹھک گیا.... !

”ففـ.... فرمایئے میں عبادت کر رہا تھا۔ !“

”اس طرح کی جاتی ہے عبادت۔ !“ وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

”لیکن میں آپ سے ہرگز نہیں پوچھوں گا کہ آپ اندر کیوں جھانک رہی تھیں۔ !“

”میں نے پوچھا تھا کہ یہ عبادت کیسی ہے۔ !“

”جب سجدوں سے کام نہیں چلتا تو سر کے بل کھڑا ہو جاتا ہوں۔ !“

”اور پھر کام چل جاتا ہے ؟“ اس نے طنزیہ لہجے میں سوال کیا۔

”چلے یا نہ چلے۔ لیکن اسطرح میں سطح زمین سے اوپر کیطرف دیکھنے کی کوشش بھی کرتا ہوں۔ !“

”اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ !“

”مس صاحبہ یا تو اندر آیئے یا مجھے ہی نکال باہر کیجئے۔ !“

”کیا بات ہوئی۔ !“

”راہداری میں کھڑے ہو کر باتیں کرنا انگلستان میں سخت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ !“

”لیکن یہ انگلستان نہیں ہے۔ !“

”اس کے باوجود بھی یہ راہداری ہی ہے۔ !“

”تم اتنے کریک کیوں ہو..... !“

”مجھے الجبرا نہیں آتا ورنہ اس سوال کا جواب ضرور دیتا۔ !“

”تم ڈیڈی کا تحفظ کس طرح کر سکو گے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ !“

”سمجھ میں تو میری بھی نہیں آتی.... “ عمران ہولے ہولے اپنا سر سہلاتا ہوا بولا۔

”وہ تم سے خواہ مخواہ مرعوب ہو گئے ہیں۔ !“

”ان کا اپنا فعل ہے۔ ! میں اس کا کیا جواب دے سکتا ہوں۔ !“

”تمہارا ناشتہ یہیں کمرے میں پہنچا دیا جائے گا۔ !“

”شکریہ ! میں خود بھی دس آدمیوں کے درمیان بیٹھ کر کچھ کھانا پینا پسند نہیں کرتا۔ !“

وہ بھنا کر پیر پٹختی ہوئی وہاں سے آگے بڑھ گئی تھی۔ ڈھمپ کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور پھر یکلخت چہرے کے عضلات میں تناؤ پیدا ہو گیا۔ یہ لڑکی خواہ مخواہ اس کے پیچھے پڑ گئی تھی۔ پتا نہیں کیا چاہتی تھی۔ ڈھمپ نے دروازہ بند کیا اور ڈریسنگ گاؤن اتار کر کرسی کے ہتھے پر ڈال دیا۔ پوری طرح کپڑے بھی نہیں پہن سکا تھا کہ پھر دروازے پر دستک ہوئی۔

”ایک منٹ.... !“ وہ بلند آواز میں بولا۔ !” کپڑے پہن رہا ہوں۔ !“

”جلدی کرو.... کوئی گڑبڑ معلوم ہوتی ہے.... !“ باہر سے غزالہ کی آواز آئی۔ آواز میں خوف کی لرزش بھی شامل تھی۔

”کیسی گڑبڑ.... !“

”ڈیڈی کی خواب گاہ میں.... جلدی کرو.... !“

وہ باہر نکلا تھا۔ اور سراپا سوال بنا کھڑا رہا تھا۔ غزالہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔ ”ارے تم اس طرح کھڑے میری شکل کیا تک رہے ہو۔ !“

”پھر کیا کروں.... مجھے تو کہیں کوئی گڑبڑ دکھائی نہیں دیتی.... !“

”ڈیڈی ابھی تک بیدار نہیں ہوئے.... ! میں نے دستک بھی دی تھی۔ !“

”زیادہ پی گئے ہوں گے رات کو.... !“

”مت بکواس کرو.... وہ شراب نہیں پیتے.... !“

”پھر کیسے سیٹھ ہیں جب شراب بھی نہیں پیتے.... !“

"ضروری نہیں ہے کہ ہر دولت مند آدمی شرابی بھی ہو۔!"

"تب تو پھر میں انہیں سیٹھ صاحب کی بجائے ملاجی کہا کروں گا۔!"

"تم کھڑے باتیں بناؤ گے یا کچھ کرو گے بھی۔!"

"جو کہیے وہ کروں.... دیر تک سوئے رہنا گناہ تو نہیں ہے۔!"

"پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔!"

"دوسری طرف کوئی کھڑکی بھی ہے۔!"

"ہے.... عقبی پارک کی طرف کھلتی ہے۔!"

"آپ دروازے پر دستک دیجئے.... میں ادھر جاتا ہوں۔!"

"ادھر سے کیا کرو گے.... کھڑکی تقریباً تیس فٹ کی اونچائی پر ہے۔!"

"اگر کھلی ہوئی تو ادھر سے پتھراؤ کروں گا۔!"

"دماغ تو نہیں چل گیا۔!"

"پھر بتایئے کیا کروں.... ہو سکتا ہے پتھر لگنے ہی سے جاگ سکیں۔!"

"میں تمہارا سر کسی بڑے پتھر سے توڑ دوں گی۔!"

"اگر اس سے اُن کی نیند پر کوئی اثر پڑ سکتا تو میں اسے بھی ازراہِ وفاداری گوارہ کر لیتا۔!"

"وہ اس کے ساتھ ہی عقبی پارک میں چلی آئی۔ کھڑکی کھلی نظر آئی تھی۔

"یہ تو گھپلے والی بات ہے۔!" ڈھمپ پر تشویش انداز میں سر ہلا کر بولا۔

"کک.... کیا مطلب....!"

"کھڑکی میں نہ گریل ہے اور نہ سلاخیں۔!"

"تت.... تم.... کہنا کیا چاہتے ہو....!"

"یہی کہ وہ خواب گاہ میں نہیں بھی ہو سکتے۔!"

"ارے تو کچھ کرو۔!" وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

"سیڑھی کوئی سیڑھی ہے....؟"

"ہاں ہے....!" وہ ایک جانب دوڑتی ہوئی بولی۔!

سیڑھی بھی مل گئی تھی اور اتنی اونچی کہ کھڑکی تک پہنچنا آسان ہو جاتا۔ سب سے پہلے ڈھمپ کھڑکی سے گذر کر خواب گاہ میں داخل ہوا تھا۔ پھر غزالہ پہنچی تھی۔

سیٹھ جیلانی کہیں دکھائی نہ دیا.... دروازہ اندر سے بولٹ کیا ہوا ملا۔

"ارے وہ دیکھو....!" دفعتاً غزالہ چیخ پڑی۔ وہ بستر پر پڑے ہوئے خون کے ایک دھبے کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔! ڈھمپ جہاں تھا وہیں رک گیا۔

"اب کیا ہوگا....!" غزالہ روہانسی ہو کر بولی۔

ڈھمپ نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور آگے بڑھ کر خون کے اس دھبے کا جائزہ لینے لگا۔

"مم.... میں پولیس کو فون کرنے جا رہی ہوں....!" غزالہ پھر بولی۔

ڈھمپ سیدھا کھڑا ہو کر اس کی طرف مڑا۔ چند لمحے اسے بغور دیکھتا رہا پھر بولا "یہ خون کا دھبہ نہیں ہے۔!"

"ہے کیوں نہیں۔!"

"ہرگز نہیں۔ خشک ہو جانے پر خون کی رنگت ضرور بدلتی ہے۔ یہ تو ویسا ہی لال لال رکھا ہوا ہے۔!"

"ہاں!" وہ آگے بڑھ کر دھبے پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔ "اسے سیاہی مائل ہو جانا چاہئے تھا۔!"

"تو پھر یہ خون نہیں ہے.... ہو سکتا ہے چادر پر پہلے ہی سے موجود رہا ہو۔!"

"ڈیڈی کبھی نہ برداشت کرتے کوئی داغدار چادر۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ وہ اپنے پیروں سے چل کر کہیں گئے ہیں یا لیجائے گئے ہیں۔ کھڑکی کی طرف سے لیجایا جانا دشوار ہے۔ اپنے پیروں سے چل کر کہیں جانا تھا تو کھڑکی استعمال کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کیا آپ مجھے ان کی کسی گرل فرینڈ کا نام بتا سکتی ہیں۔!"

"یہ کیا بکواس شروع کر دی۔!"

"میرے ایک دوست کی گرل فرینڈ امریکہ میں رہتی ہے۔ اُس نے اسے لکھا تھا کہ دل چاہتا ہے کہ میرے پر لگ جائیں اور میں اڑ کر تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔!"

"تم ہوش میں ہو یا نہیں۔!"

"بالکل ہوش میں ہوں۔ لیکن آپکے ڈیڈی پولیس کو اس معاملے میں نہیں ڈالنا چاہتے۔!"

"کس معاملے میں۔!"

"کیا پچھلی رات اس سلسلے میں آپ سے گفتگو نہیں ہوئی تھی۔!"

"میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا.... تمہارے جانے کے بعد میں ان کے پاس گئی تھی۔ انہوں نے عجیب کہانی سنائی۔!"

”آہا.... تو شائد انہوں نے آپ کو اصل معاملہ سے آگاہ کر دیا ہے۔!“

”کچھ کرو.... خدا کے لئے کچھ سوچو.... ہمیں کیا کرنا چاہئے۔!“

”میں بہت زیادہ عقل مند نہیں ہوں۔ لہذا سوچئے آپ.... اور عمل میں کروں گا....!“

”انہوں نے ایسی کہانی سنائی تھی.... کہ.... ٹھہرو.... کیا تم جاسوسی ناول پڑھتے ہو....!“

”کبھی کبھی....!“ ڈھمپ اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

”ان کا کوئی دوست تھا جس نے ان کے پاس کوئی چیز رکھوائی تھی اور اسی رات کو وہ ایک حادثے کا شکار ہو کر مر بھی گیا تھا۔ بس پھر کچھ نامعلوم آدمیوں نے ڈیڈی کو پریشان کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ ان سے اس چیز کا مطالبہ کرتے رہے تھے۔ اور ڈیڈی کا کہنا تھا کہ ان کے دوست کی موت کسی حادثے کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ وہ انہی نامعلوم لوگوں کی چیرہ دستیوں کا شکار ہوا تھا۔ لہذا انہوں نے اس کا اعتراف نہیں کیا کہ اُس نے کوئی چیز ان کے سپرد کی تھی۔!“

”بھلا اس سے کیا فائدہ ہوا۔!“

”انہوں نے یہ ساری باتیں پچھلی ہی رات کو بتائی تھیں۔ اس سے پہلے مجھے کبھی شبہ تک نہیں ہو سکا تھا کہ ڈیڈی کی زندگی سے کوئی راز بھی وابستہ ہے۔!“

”میں نے پوچھا تھا کہ اس سے کیا فائدہ ہوا۔!“

”میں نہیں جانتی لیکن وہ کہہ رہے تھے کہ اس طرح اپنے دوست کے قاتلوں کو بے نقاب کرنا چاہتے ہیں۔!“

”سبحان اللہ.... اور اب خود بھی روپوش ہو گئے....!“

”یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ روپوش ہو گئے ہیں۔!“

”فی الحال میں صرف اس سرخ نشان کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔!“

”اگرچہ یہ خون نہیں تو پھر کیا ہے۔! اور تم باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو کچھ کرو....!“

”اچھا تو میں صبر کرتا ہوں۔!“

”پھر وہی فضول باتیں۔ میں ہنسنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔!“

”آپ نے ابھی تک کوئی ایسی کام کی بات نہیں بتائی جس کی بناء پر میں کچھ کرنے کے قابل ہو سکوں....!“

”کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔!“

”جدید ترین گرل فرینڈ کا پتہ....!“

”سچ کہتی ہوں کوئی چیز اٹھا کر ماروں گی تمہارے سر پر....!“

”پتا نہیں کیوں آپ بُرا مان جاتی ہیں....!“

”ان کی کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے....!“

”تب تو وہ اس دنیا کے آدمی ہی نہیں معلوم ہوتے اور آپ بھی کسی کی گرل فرینڈ نہ ہوں گی!“

”میں لڑکوں سے دوستی نہیں کرتی۔!“

”دوستی کرنا آتا ہی نہ ہو گا....!“ ڈھمپ نے مایوسی سے کہا۔

”ارے تم بکواس ہی کئے جاؤ گے....!“

”اچھا تو میں ان صاحبہ کے پاس جا رہا ہوں جن سے وہ روزانہ بلڈ پریشر چیک کرایا کرتے تھے۔!“

”تم پتا نہیں کیا اوٹ پٹانگ ہانک رہے ہو۔!“

”لیڈی ڈاکٹر زیبا کو جانتی ہیں۔!“

”ہاں جانتی ہوں۔!“

”انہی سے بلڈ پریشر چیک کرایا کرتے ہیں....!“

”روزانہ....!“

”قریب.... قریب....!“

”ہوں....!“ غزالہ کی پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئیں۔!“ تو لیڈی ڈاکٹر زیبا.... اچھا تم کسی طرح اُسی سے معلوم کرو ان کی جدید ترین گرل فرینڈ کے بارے میں۔!“

”اسے علم ہو گا۔!“

”کوشش کرو معلوم کرنے کی۔!“

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ بھی کچھ جانتی ہیں۔!“

”وہ بہت دنوں سے کوشش کر رہی ہے کہ ڈیڈی دوسری شادی کر لیں۔!“

”لیکن ڈاکٹر زیبا شائد شادی شدہ ہیں۔!“

”کسی اور سے کرانا چاہتی ہے۔!“

”تب تو بلڈ پریشر....!“

”یونہی کبھی کبھی معمولی سا ہائی ہو جاتا ہے....!“

”آپ کی ٹوسیٹر لے جاؤں....!“

”خبردار اُسے ہاتھ بھی نہ لگانا۔ مورس نکال لو....!“

"اس پر تو اور زیادہ چغد لگوں گا۔!"

"اوہو.... تو کیا تمہیں بھی بلڈ پریشر چیک کراتا ہے۔!"

"میں مورس سے الرجک ہوں۔!"

"ٹھہرو....!" وہ ہاتھ اٹھا کر کچھ سوچتی ہوئی بولی۔!"تم یہاں کسی فرم میں کلرکی کے امید وار بن کر آئے تھے۔!"

"پرانی بات ہوئی۔ لیکن آپ کہنا کیا چاہتی ہیں۔!"

"تمہارے پاس ڈرائیونگ لائسنس کی موجودگی حیرت انگیز ہے....!"

"ارے وہ تو میں نے ٹیکسی چلا چلا کر بی اے پاس کیا تھا۔ ورنہ کلرکی کیوں تلاش کرتا.... کار نشینوں کی اولادیں تھرڈ ڈویژن میں بی اے کر کے کچھ نہیں ہوتیں تو پرپونیٹو آفیسر ہو جاتی ہیں۔!"

"پتا نہیں کیوں تمہاری باتوں پر یقین کر لینے کو دل نہیں چاہتا۔ مجھے حیرت ہے کہ ڈیڈی کو کیا ہو گیا تھا۔!"

"ڈیڈی کو تو شروع ہی سے کچھ ہو گیا تھا کہ اس خطرناک چیز کو دبائے بیٹھے رہے جس کے سلسلے میں ایک آدمی مار ڈالا گیا تھا.... ذرا یہ تو بتایئے کہ یہ واقعہ ہوا کب تھا اور ان کے دوست کا نام کیا تھا۔!"

"یہ انہوں نے نہیں بتایا۔!"

"اچھی بات ہے.... تو میں مورس ہی لئے جا رہا ہوں۔!" ڈھمپ نے کہا اور خواب گاہ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔!

* * *

لیڈی ڈاکٹر زیبا پائیں باغ میں کیاریوں کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔ مطب میں عموماً شام کو بیٹھتی تھی۔ روزانہ کا معمول تھا کہ ناشتے کے بعد پائیں باغ میں مالی کا ہاتھ بٹاتی تھی۔ آج مالی غیر حاضر تھا تو خود ہی پانی بھی لگانا پڑا تھا کیاریوں میں۔ دفعتاً اس کے قریب ہی کسی نے ڈڈوینا کی باڑھ کے پیچھے سے سر ابھارا تھا اور وہ اچھل پڑی تھی۔

"اوہ عمران....! تم نے تو ڈرا ہی دیا تھا۔!" وہ کھسیانی ہو کر بولی۔

"عمران نہیں.... ڈھمپ....! نوبل ڈھمپ.... ننھیال کی طرف سے کٹلمپ۔!"

"ڈھمپ کٹلمپ! ہی لگتے ہو.... اس طرح آنے کی کیا ضرورت تھی۔!"

"وہ اپنی خواب گاہ سے غائب ہو گیا ہے۔!"

"وہ شخص ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔!" زیبا نے کہا۔

"صبح سے یہی چکر چل رہا ہے۔ ناشتہ تک نصیب نہیں ہوا....!"

"ادھر سے کچن میں آ جاؤ۔!" زیبا ایک طرف ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"تمہارے میاں کہاں ہیں۔!"

"شکار پر تشریف لے گئے ہیں....!"

"اچھا تو پہلے کچھ کھلوا دو!" عمران نے کہا اور اُسی طرف چل پڑا جدھر زیبا نے اشارہ کیا تھا۔

زیبا نے اُس سے پہلے ہی کچن میں پہنچ کر عقبی دروازہ کھول دیا۔ عمران نے اندر داخل ہو کر اورچی کے بارے میں پوچھا تھا۔

"آج مالی اور باورچی دونوں ہی نہیں آئے۔!"

زیبا نے کافی پاٹ ہیٹر پر رکھ دیا تھا اور فریج سے کھانے کی چیزیں نکالنے لگی تھی عمران نے جیلانی سیٹھ کی کہانی شروع کر دی۔ سب کچھ سن لینے کے بعد زیبا بولی تھی۔ "میں بھی اس کے کسی یسے دوست سے واقف نہیں ہوں جو یہاں شاہ دارا میں کسی حادثے کا شکار ہوا ہو۔!"

"یہ کہانی اس کی بیٹی نے سنائی ہے۔!"

"بہر حال.... میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ معاملات اس نوعیت کے ہونگے۔!"

"کتے کے پلے غائب ہو گئے اور کتیا مار ڈالی گئی....!"

"یہی ہوتا رہا ہے....! کوئی نئی بات نہیں۔!"

"یعنی اگر وہ سب کچھ نہ ہوا ہوتا تب بھی کتیا مار ڈالی جاتی۔!"

"کہہ تو رہی ہوں کہ پہلے بھی یہی ہوتا رہا ہے۔ کتیا مار ڈالی جاتی ہے اور پلے غائب ہو جاتے ہیں۔!"

"تو پھر یہ سوچنا ہی غلط ہے کہ وہ جیلانی کے بنگلے کے قریب والی پلیا کے نیچے ہونے کی بناء پر اری گئی۔!"

"لیکن جیلانی کسی نہ کسی طرح اس معاملے میں ضرور ملوث ہے۔! میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ یک بار میں نے اُسے فون پر کسی کو اطلاع دیتے سنا تھا۔ کہ کسی جگہ کتیا نے بچے دیئے ہیں۔!"

"تو پھر مجھے اس طرح ملازمت کی پیش کش کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔!" عمران نے پر تشویش لہجے میں کہا۔!" مجھے تو یہ کتیا اتفاقاً ہی نظر آ گئی تھی۔ جیلانی کی شکل دیکھنے کے لئے اس کے بنگلے کی

طرف جانکلا تھا۔ پلیا کے نیچے کتیا دکھائی دی اور میں وہیں کا ہو کر رہ گیا۔! ویسے ایک تجربہ ہوا۔!"

"کیا تجربہ....!"

"کتیا کم از کم احسان مند تو نظر آتی ہے۔ حاملہ بیوی کو کتنا ہی کیوں نہ کھلا پلا دو سسرال والو
کا منہ ہی سیدھا نہیں ہوتا....!"

"سچ کہتی ہوں۔!" زیبا ہنستی ہوئی بولی۔ "کوئی بوڑھیا ڈھڈو معلوم ہوتے ہو۔!"

"ارے ہاں نہیں تو....!"

"حمزو غنڈے کا کیا معاملہ تھا۔!"

"بس خواہ مخواہ الجھ گیا تھا....!"

"ڈھمپ نے خاصی شہرت پائی ہے.... شاہ دارا میں! کوئی اور نام نہیں سوجھا تھا تمہیں۔!"

"زمانہ قدیم سے ڈھمپ چلا آرہا ہوں۔ ہاں وہ کتیا کہاں ہے جس کے بارے میں تم نے اطلا
دی تھی۔!"

"میں نے اسی کے بارے میں اطلاع دی تھی جسے دیکھتے ہی تم پلیا سے چمٹ گئے تھے۔!"

"لیکن تم نے جیلانی کا تذکرہ کرتے وقت نہیں بتایا تھا کہ وہ اس کے بنگلے کے قریب ہی کہی
پائی جاتی ہے۔!"

"میرے لئے کتیا اہم نہیں تھی میں تو تمہیں جیلانی کے بارے میں بتانا چاہتی تھی۔!"

"لیکن وہ مظلوم نکلا۔!"

"میں ایسا نہیں سمجھتی۔!"

"تمہیں حالات کا پوری طرح علم نہیں۔ اس لئے ایسا کہہ رہی ہو۔!"

"کیسے حالات۔!"

"میرا خیال ہے کہ وہ سچ مچ کسی دشواری میں پڑ گیا ہے۔! کچھ لوگ اُس سے کوئی چیز وصو
کرنا چاہتے ہیں۔!"

"وہ اس کے کاروباری حریف ہی ہوں گے۔!"

"کاروبار سے کیا مراد ہے تمہاری۔!"

"چرس کی اسمگلنگ....!"

"چرس کے اسمگلرز اکسائز والوں کا دردِ سر ہوں گے....! میں تو صرف کتیا کے بچوں
سلسلے میں آیا تھا....! جیلانی میں محض اس لئے دلچسپی لینی پڑی ہے کہ تمہارے بیان کے مطا

اس نے فون پر کسی کو کتیا کے بچے دینے کی خوش خبری سنائی تھی۔!"

"تم کیا سمجھتے ہو کتیا کے بچوں کو....!"

"جنیڑی....!"

"فضول باتیں نہ کرو.... انہی کی آڑ میں اسمگلنگ ہوتی ہے۔!"

"یعنی کتیا کے بچے چرس لے جاتے ہیں۔!"

"یہی سمجھ لو....!"

"وہ کس طرح....!"

"ان کی کھال اتاری جاتی ہے۔ اور ایسے مجسموں پر منڈھ دی جاتی ہے جن میں چرس بھری ہوتی ہے.... اور پھر وہ ڈیکوریشن پیسز کی حیثیت سے ایکسپورٹ کر دیئے جاتے ہیں۔!"

"خیال برا نہیں ہے۔!" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "ویسے تم نے یہ آئیڈیا کس جاسوسی ناول سے پار کیا ہے۔!"

"میں کہتی ہوں اسی لائن پر کام کرو۔ تمہیں ثبوت بھی مل جائے گا۔!"

"اچھا.... اچھا....!" عمران سر ہلا کر بولا۔! "ناشتے کا بھی بہت بہت شکریہ بس ایک بات اور بتادو....!"

"پوچھو....! معلوم ہوگی تو ضرور بتاؤں گی....!"

"آج کل جیلانی کی شادی کس سے کرا رہی ہو۔!"

"کیا مطلب....!" وہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"میں نے غزالہ سے اس کی کسی جدید ترین گرل فرینڈ کے بارے میں پوچھا تھا۔ اس نے تمہارا پتہ بتادیا۔!"

"مت بکواس کرو....!"

"مطلب یہ کہ اس نے بتایا کہ تم اس کے باپ کو دوسری شادی کی ترغیب دیتی رہتی ہو۔!"

"اُس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔! لیکن ٹھہرو.... جیلانی میرے مطب میں اس لئے آتا ہے کہ کبھی کبھی اُس کی ملاقات ایک مریضہ سے ہو جاتی ہے وہ اس میں دلچسپی لے رہا ہے۔!"

"یہ ہوئی نا بات.... اب اُس کا نام اور پتہ بھی بتاؤ۔!"

"سعدیہ نام ہے.... اور سول لائنز میں رہتی ہے.... اوپیرا والی لائن میں بنگلہ نمبر گیارہ۔!"

"شکریہ۔ !غزالہ نے بہر حال صحیح رہنمائی کی تھی۔ !"

"لیکن یہ بکواس ہے کہ میں اُسے دوسری شادی کی ترغیب دیتی ہوں۔ !"

"بلڈ پریشر کا کیا حال ہے.... !"

"شاذونادر معمولی سا ہائی ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ روز ہی سر پر سوار رہتا ہے یقین کرو کہ صرف سعدیہ کے لئے آتا ہے۔ !"

"سعدیہ کس مرض میں مبتلا ہے۔ !"

"وہم... السر کے وہم میں مبتلا ہے۔ حالانکہ صرف بدہضمی کا شکار ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھی۔ !"

"اچھی بات ہے.... تو میں چلا۔ !" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"ٹھہرو.... !" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ اب میرے ایک سوال کا بھی جواب دیتے جاؤ۔ !"

"آسان ہونا چاہئے۔ اور ارتھ میٹک کا نہ ہو۔ !"

"اگر تم چرس میں انٹرسٹڈ نہیں ہو تو پھر کس لئے دوڑے آئے تھے۔ !"

"کتیوں کے نوزائیدہ بچے دیکھنے کا شوق بچپن ہی سے ہے۔ یہ تو شاہ دارا ہی تک کی بات ہے۔ اگر مجھے اطلاع ملے کہ جنوبی امریکہ میں کسی کتیا کے ہاں خوشی ہونے والی ہے تو سرپٹ دوڑتا چلا جاؤں گا۔ !"

"اچھا تو اب سرپٹ دوڑتے چلے جاؤ۔ ورنہ مجھے غصہ آجائے گا۔ !"

وہ وہاں سے روانہ ہو گیا تھا۔ گاڑی اس کے بنگلے سے قریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر پارک کی تھی۔ زیبا کے سلسلے میں محتاط رہنا چاہتا تھا۔ راستے بھر چوکنا رہا تھا کہ کہیں اس کا تعاقب تو نہیں کیا جارہا... اچھی طرح اطمینان کر کے زیبا کے بنگلے کی کمپاؤنڈ وال پھلانگی تھی۔ اور واپسی میں بھی کہیں کوئی ایسا آدمی نہیں دکھائی دیا تھا جس پر تعاقب کرنے والے کا شبہہ بھی کیا جاسکتا۔ لیکن دو فرلانگ کا فاصلہ طے کر کے گاڑی تک پہنچتے ہی پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ کیونکہ پچھلی سیٹ پر غزالہ نیم دراز نظر آئی تھی۔

وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں سر سہلانے لگا۔ اور غزالہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔ "گاڑی لاک کر کے نہیں گئے تھے۔ اگر کوئی اڑا لے جاتا تو.... !"

"آپ سمیت اگر یہ واقعہ پیش آجاتا تو واقعی میرے لئے مر جانے کا مقام ہوتا۔ لیکن یہ آپ کیا کرتی پھر رہی ہیں۔ !کیا والد صاحب ہی کا اغواء کافی نہیں ہے۔ !"

"اغواء.... ہونہہ.... !" وہ ہنس پڑی۔

"کک.... کیا مطلب.... !"

"پہلے تم بتاؤ کہ زیبا سے کیا معلوم ہوا۔ !"

"کچھ بھی نہیں۔ !اس سے بات ہی نہیں ہو سکی۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ صرف بنگلے کا چکر کاٹ کر واپس آگیا! سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے کیا پوچھا جائے اور کس طرح پوچھا جائے۔ !"

"کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ ڈیڈی کا کھیل میری سمجھ میں آگیا ہے۔ !"

"واقعی.... !" عمران خوش ہو کر بولا۔

"چلو.... بیٹھو.... !" غزالہ نے اگلی سیٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "بتاتی ہوں۔ !"

عمران گاڑی میں بیٹھ گیا اور بولا۔ "اسی جگہ بتائیں گی.... یا انجن اسٹارٹ کروں۔ !"

"چلو.... چلتے رہو.... سول لائنز دیکھی ہے۔ !"

عمران چونک پڑا۔ کیا اس نے کسی طرح اس کے اور زیبا کے درمیان ہونے والی گفتگو سُن لی ہے۔ اس نے مڑ کر غزالہ کی طرف دیکھا۔

"کیوں.... کیا بات ہے۔ !"

"کچھ نہیں۔ !" اس نے طویل سانس لے کر کہا اور انجن اسٹارٹ کر دیا۔ گاڑی حرکت میں آئی۔

"جانتے ہو اب کیا ہو گا؟" غزالہ نے سوال کیا۔

"میں کیا جانوں۔ !" عمران مردہ سی آواز میں بولا۔

"ڈیڈی روتے بسورتے ہوئے واپس آئیں گے۔ اور اطلاع دیں گے کہ وہ پانچوں نقاب پوش کاروباری حریف نہیں بلکہ سسرال والے تھے۔ زبردستی شادی کر دی انہوں نے... مجھے کھمبے سے باندھ دیا تھا۔ اور چابک لے کر کھڑے ہو گئے تھے کہ کرو شادی اپنی اسٹینو یا سیکریٹری سے ورنہ مارتے مارتے کھال گرا دیں گے پھر دو تین ہچکیاں لے کر فرمائیں گے۔ کیا کرتا بے بی کرنی ہی پڑی شادی ورنہ وہ جان سے مار دیتے۔ !"

"ارے باپ رے۔ !" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"غلط نہیں کہہ رہی.... تم دیکھ لینا.... اور پھر جانتے ہو کیا ہو گا۔ !"

"جی نہیں۔ !"

"میں تم سے شادی کر کے غزالہ ڈھمپ ہو جاؤں گی۔ !"

"باپ رے باپ.... !" عمران کراہ کر رہ گیا۔

"یہ ہو کر رہے گا۔ تم دیکھ لینا.... اس وقت تمہیں اسی لئے سول لائنز لے جا رہی ہوں۔ !"

"کک.... کس لئے....!"

"تمہارا لباس ذرا اچھا نہیں....! ڈھنگ کے کپڑوں میں اسمارٹ لگو گے۔!"

"میرا خیال ہے کہ پہلے اپنے ڈیڈی کو واپس آ جانے دیجئے۔! اگر شادی کر کے واپس آئیں پھر آپ کو اختیار ہوگا۔ جو دل چاہے کیجئے گا۔ ابھی سے اس کی تیاری کرنے کی ضرورت نہیں۔!"

"میں نے کہہ دیا نا کہ ان کپڑوں میں ہُونّو لگتے ہو.... ڈھنگ کا لباس ہونا چاہئے۔!"

"میں یہ کہہ رہا تھا کہ ڈیڈی کے بارے میں آپ کا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ وہ واقعی کر مصیبت میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔!"

"مجھے ان کی کہانی پر یقین نہیں آیا۔ آخر چادر پر اُس سرخ دھبے کا کیا مطلب تھا جبکہ اب بچہ بھی کہہ سکتا ہے کہ وہ خون کا دھبہ نہیں ہے۔!"

"بلبل ہیئر آئیل کا دھبہ بھی ہو سکتا ہے۔ وہ بھی خونی رنگ کا ہوتا ہے۔!"

"تم آخر ان کی اتنی طرف داری کیوں کر رہے ہو۔!"

"حق نمک ادا کر رہا ہوں۔!"

"سول لائنز چلو....!" غزالہ نے سخت لہجے مین کہا۔

"لیکن میں شادی کیسے کر سکتا ہوں۔ جبکہ ابھی تک اپنے پیروں پر کھڑا بھی نہیں ہو سکا۔!"

"میں بہت مال دار ہوں اس لئے اس کی فکر نہ کرو۔!"

"لیکن میں کرسچین ہوں....!"

"خدا کی پناہ.... یہ تو بھول ہی گئی تھی.... لیکن کیا تم مسلمان نہیں ہو سکتے۔!"

"کیا فائدہ جب کہ مجھ میں اور آپ میں کوئی فرق ہی نہیں۔ نہ آپ نماز پڑھتی ہیں اور نہ چرچ جاتا ہوں....!"

"ہاں یہ بات تو ہے.... میں نام کی مسلمان اور تم نام کے کرسچین....!"

"اور یہ شادی وادی تو سب مذہبی چکر ہے۔!"

"ہے تو....!"

"لہٰذا ڈیڈی کی واپسی کا انتظار کیجئے۔ پھر میں آپ کی شادی کسی نالائق مسلمان سے کرادوں گا....!"

"ارے تو کیا میں شادی کے لئے مری جا رہی ہوں۔ وہ تو ڈیڈی کی ضد میں۔ اگر وہ کر کے واپس آئے تو میں ان کی مرضی کی پابند نہیں ہوں گی۔!"

"ویسے بات صرف اتنی سی ہے کہ آپ اپنے ڈیڈی کو اس قدر چاہتی ہیں کہ ان کی زندگی میں کسی اور کا وجود برداشت نہیں کر سکتیں۔!"

"ہاں.... یہ بات تو ہے!" دفعتاً وہ روہانسی ہو کر بولی۔ پھر باقاعدہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"یہ دوسری ہوئی۔!" عمران آہستہ سے بولا۔ پھر بہ آواز بلند کہنے لگا۔ "ارے ارے یہ آپ لیا کر رہی ہیں۔ کہیں لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں آپ کو آپ کی مرضی کے خلاف کہیں لے جا رہا ہوں۔!"

"گگ.... گا.... گا.... ہنہ.... ہنہ.... گاڑی.... کھڑی.... ہینہ.... ہینہ.... لردو....!" وہ ہچکیاں لیتی ہوئی بولی۔

"یہی کرنا پڑے گا۔!" عمران نے کہا۔ اور گاڑی سڑک کے نیچے اتار کر کھڑی کرتا ہوا ولا۔ "اب گاڑی کے گرد بھیڑ لگ جائے گی۔!"

اور اس نے دیکھا کہ غزالہ اپنے منہ میں رومال ٹھونسنے کی کوشش کر رہی ہے۔!

"ارے.... ارے.... یہ مت کیجئے۔ ورنہ پھیپھڑوں میں جرک لگے گا۔!"

"چچ.... چپ رہو....!"

"وہ دیکھئے... لوگ غور سے ادھر ہی دیکھ رہے ہیں۔ نہیں یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے....!" لران بوکھلا کر بولا۔ اور گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کر دی۔ اور بولا "میں ایک ایسی عورت کو جانتا ہوں لس سے آپ کے ڈیڈی زیبا کے مطب میں گپا شپ کیا کرتے ہیں۔!"

"کون ہے....؟" یک بیک غزالہ کی ہچکیوں میں بریک لگ گیا۔

"ہے ایک عورت.... سعدیہ نام ہے اور سول لائنز میں رہتی ہے....!"

"تم اس کا گھر جانتے ہو۔!"

"جی ہاں۔! اوپر والی لائن میں بنگلہ نمبر گیارہ....!"

"اچھا تو پھر وہیں لے چلو میں اُس سے بات کروں گی....!" غزالہ نے کہا۔ اس کی آواز میں لی سی لرزش بھی باقی نہیں رہی تھی۔ اور عمران کو دوسرے خطرے کا احساس ہوا تھا۔ اس سے لھلاہٹ میں یہ حرکت سرزد ہوئی تھی۔ کسی طرح غزالہ کو چپ کرانا چاہتا تھا۔ اس کے لئے روری تھا کہ فوری طور پر اس کی توجہ کسی اور طرف مبذول کرا دی جاتی.... بہر حال اب کسی ندیہ کی شامت آنے کی باری تھی.... جس کی شکل تک اس نے نہ دیکھی تھی.... اُس نے تیز بجے میں پوچھا۔ "آخر آپ اس سے کیا بات کریں گی۔ سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھائیے۔!"

"سوچ لیا ہے... جاتے ہی اس پر ٹوٹ پڑوں گی۔!"

"بنگلے میں رہتی ہے تو تنہا ہرگز نہ ہوگی۔ اور لوگ بھی ہوں گے۔!"

"ہوا کریں۔ مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں۔ پھر تم تو ساتھ ہی ہو اگر وہ کچھ بولیں تو نپٹ لینا!

"آوارہ گرد حمزو کی اور بات تھی محترمہ! یہ سول لائنز ہے اور آپ ایک بنگلے پر دھاوا بو جارہی ہیں۔!"

"میں کسی سے بھی نہیں ڈرتی۔!"

"عورت چاہے ایل ایل بی ہی کیوں نہ کرلے رہے گی عورت ہی۔!"

"کیا مطلب۔!"

"وہ لوگ فوراً پولیس کو بلالیں گے اور پھر جو کچھ بھی ہوگا اس کیلئے کم از کم میں تیار نہیں۔!

"ڈرپوک" وہ بھنا کر بولی۔

"بلکہ بزدل اور بھگوڑا بھی۔!"

"حمزو سے تمہاری ملی بھگت تھی اور ہم لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے وہ ڈرامہ کیا گیا! کچھ پیسے دے دیئے ہوں گے حمزو کو....!"

عمران کچھ نہ بولا۔ سخت الجھن میں پڑ گیا تھا۔ سعدیہ کا حوالہ دے کر اچھا نہیں کیا تھا نے۔ اب یہ سر پھری پتا نہیں کیا کر بیٹھے۔

"بولو یہی بات تھی نا۔!" غزالہ نے تیز لہجے میں سوال کیا۔

"جو دل چاہے سمجھئے۔ میں آپکا ملازم تو ہوں نہیں کہ آپ مجھ سے جواب طلب کررہی ہیں۔

"اور اگر تم انہی لوگوں کے گر گے ہوئے تو۔!"

"آپ کے ڈیڈی کے حریفوں کے۔؟"

"ہاں میں یہی کہنا چاہتی ہوں....!"

"تو پھر کسی سعدیہ کی تلاش فضول ہے۔ پہلے آپ اپنا اطمینان کرنے کی کوشش کیجئے۔!"

"خاموش رہو اور سوچنے دو۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد غزالہ نے کہا۔ "کیا تم نے محسوس کیا کہ کوئی تمہارا تعا کررہا ہے۔!"

"جھک مار رہا ہے جو بھی ہے۔!" عمران بولا۔ "ویسے آپ نے کس طرح تعاقب کیا تھا مجھے علم ہی نہ ہوسکا۔!"

"میں ٹیکسی میں تھی.... اور برقعہ اوڑھ رکھا تھا۔!"

"اوہ.... تو اب کہاں ہے برقعہ....!"

"سیٹ کے نیچے....!"

"اب ایسا ہے کہ آپ ڈرائیو کیجئے اور میں برقعہ اوڑھ کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاتا ہوں۔!"

"اس سے کیا ہوگا۔؟"

"تعاقب کرنے والے کے پیٹ میں درد ہونے لگے گا۔!"

"تم بے تکی باتوں کے علاوہ اور بھی کچھ کرسکتے ہو۔!"

"کیوں نہیں۔ اور زیادہ بے تکی باتیں بھی کرسکتا ہوں۔ ویسے یہ کام تو ہونا ہی چاہئے۔ کیا برقعہ اسی سیٹ کے نیچے ہے جس پر آپ بیٹھی ہوئی ہیں....!"

"ہاں.... لیکن کیا یہیں۔!"

"جی ہاں.... سڑک پر سب کے سامنے برقعہ اوڑھ کر بیٹھوں گا اور آپ ڈرائیو کریں گی۔!"

"میرا دماغ خراب ہوا ہے کیا کہ تمہیں اس کی اجازت دوں گی۔!"

"یہی تو کہا تھا میں نے کہ محض قانون کی ڈگری حاصل کرلینے سے کام نہیں چلتا.... وہ پیری میسن والے ناول بھی نہیں پڑھے شائد آپ نے....!"

"پورا سیٹ میرا پڑھا ہوا ہے....!"

"آخر وہ بھی وکیل ہی تو تھا....!"

"تم کرنا کیا چاہتے ہو....!"

"تعاقب کرنے والے کو چکر میں ڈالنا چاہتا ہوں....!" عمران نے کہا اور گاڑی سڑک کے نیچے اتار کر کھڑی کردی۔!

"کیا سچ مچ....!"

"ہاں.... ہاں.... ایڈونچر رہے گا۔ اتریئے گاڑی سے۔!"

"تعاقب کرنے والی گاڑی کسی قدر آگے بڑھ کر رکی تھی۔ اور ڈرائیور اتر کر اس طرح بونٹ اٹھانے لگا تھا جیسے انجن میں کسی گڑبڑ کی وجہ معلوم کرنا چاہتا ہو....!"

غزالہ طوعاً و کرہاً سیٹ سے اتری تھی اور بدحواسی کے عالم میں چاروں طرف دیکھے جارہی تھی۔ اس نے اپنے ایڈونچر سے متعلق ہوائی قلعے تو بہت بنائے تھے۔ لیکن ایسی کسی سچویشن سے دوچار ہونے کا پہلا ہی اتفاق تھا۔ عمران نے پچھلی سیٹ اٹھا کر سیاہ برقعہ نکالا اور اتنے میں غزالہ

جھپٹ کر اگلی سیٹ پر جا بیٹھی۔ اب وہ کسی طرف دیکھنا ہی نہیں چاہتی تھی۔

"بس اب چل دیجئے۔!" پچھلی سیٹ سے آواز آئی۔ عقب نما آئینے پر نظر پڑی تھی۔ عمرا برقعہ اوڑھے دکھائی دیا۔ نقاب ڈال لی تھی۔ غزالہ نے کنکھیوں اسے اِدھر اُدھر بھی دیکھا۔ لوگ چلتے چلتے رک گئے تھے۔ اور حیرت سے انہیں دیکھے جا رہے تھے۔ اس نے انجن اسٹارٹ کیا دیوانہ وار ڈرائیو کرنے لگی۔ عمران اچھل کر بولا۔ "ارے.... ارے.... یہ کیا کر رہی ہیں۔!"

"خاموش بیٹھے رہو.... !گھر چل کر بتاؤں گی۔!"

"اُسے بھی تو پیچھے آنے کا موقعہ دیجئے۔!"

"بکواس مت کرو۔!"

"ایکسی ڈنٹ نہ کر بیٹھئے گا۔!"

"اس وقت تو یہی دل چاہ رہا ہے کہ مر ہی جائیں۔ تماشہ بنا کر رکھ دیا۔!" وہ دانت پیس کر بولی

بہر حال عمران کی تدبیر کامیاب رہی تھی۔ اب غزالہ کو نہ سعدیہ کا ہوش رہا تھا اور نہ س لائنز کا.... بھاگم بھاگ گھر پہنچنے کی ہو رہی تھی۔

"ہائے میں تو مڑ کر دیکھ بھی سکتا.....!" عمران کراہا۔ "ورنہ لوگ کہیں گے کہ یہ نیک بی مڑ کر کسے دیکھ رہی ہے۔ ذرا عقب نما آئینے میں دیکھئے۔ وہ کالی گاڑی نظر آ رہی ہے یا نہیں۔!"

"سب جائیں جہنم میں.... تم خاموش رہو.... تمہاری آواز زہر لگ رہی ہے۔!" غزا نے دانت پیس کر کہا۔

"لو بھئی....! کہاں شادی کرنے جا رہی تھیں اور کہاں دانت پیس رہی ہیں۔ آواز ہی ز لگنے لگی۔ وہ تو کہو میں نے ہی بچا لیا ورنہ کر بھی لی ہوتی شادی۔!"

"بکواس بند کرو۔!"

تھوڑی دیر بعد گاڑی بنگلے کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی۔ غزالہ جلدی سے اتری اور جھ کر مالی کا بیلچہ اٹھا لیا۔ عمران نے طویل سانس لی تھی اور سیٹ کی پشت گاہ سے ٹک گیا تھا۔!

"نکلو باہر.....!" وہ بیلچہ تولتی ہوئی بولی۔

"یہیں آرام سے ہوں۔!" عمران نے نقاب الٹ کر کہا۔

اتنے میں ملازم اندر سے دوڑتا ہوا آیا اور ہانپتا ہوا بولا۔

"صاحب زخمی ہو گئے ہیں۔ ہاتھ ٹوٹ گیا ہے۔!"

"کہاں ہیں۔!" غزالہ بوکھلا گئی۔ بیلچہ ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

"اپنے کمرے میں.... آپ کا پوچھ رہے ہیں....!"

غزالہ برآمدے کی طرف دوڑ گئی۔ عمران برقعہ اتار کر اطمینان سے اترا تھا۔ اس نے ملازم سے پوچھا۔ "خود آئے تھے یا کوئی لایا تھا۔!"

"ٹیکسی پر آئے تھے۔ ڈرائیور نے سہارا دے کر اتارا تھا.... ہاتھ ٹوٹ گیا ہے۔!"

"کیسے ٹوٹا....!"

"کہیں گر پڑے تھے۔!"

عمران نے سر کو جنبش دی۔ اور آہستہ آہستہ برآمدے کی طرف چل پڑا۔ جیلانی کی خواب گاہ کے قریب رکا تھا۔ اندر سے غزالہ کی ہچکیوں اور سسکیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس نے دروازے پر دستک دی.... اندر سے جیلانی کی آواز آئی "کون....!"

"ڈھمپ....!"

"آ جاؤ....!"

وہ دروازہ کھول کر اندر پہنچا۔ غزالہ جیلانی کے پاس سے ہٹ کر کرسی پر جا بیٹھی جیلانی آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔ اور شائد غزالہ اس کے زانو پر سر ٹکائے روتی رہی تھی۔ جیلانی کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے نمایاں ہو گئے تھے۔ اور اس کا بایاں ہاتھ پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ عمران اندر پہنچ کر ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔ جیلانی نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اور غزالہ رومال سے اپنی آنکھیں خشک کر رہی تھی۔ شائد آنسو امڈے ہی چلے آ رہے تھے۔

"بیٹھ جاؤ۔!" جیلانی نے کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ عمران بدستور کھڑا رہا۔

"تم نے سنا نہیں۔!" غزالہ نے تیز لہجے میں بولنے کی کوشش کی لیکن آواز ٹیڑھی میڑھی ہو کر روہانسی بن گئی۔

"ج.... جی ہاں....!" عمران بوکھلا کر بولا اور سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"بالکل ویسی ہی خوشبو تھی۔ جیسی تم نے بیان کی تھی۔!" جیلانی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کب اور کہاں۔؟"

"پچھلی رات یہیں۔ اس کمرے میں۔!"

"اچھا تو پھر۔!"

"دو بجے تک نیند نہیں آئی تھی۔ پڑھتا رہا تھا۔ شائد سوا دو بجے کتاب رکھ کر روشنی بجھانے

ہی والا تھا کہ کھڑکی سے اسی خوشبو کا ریلا اندر آیا تھا۔ پھر مجھے ہوش نہیں کہ کیا ہوا تھا.... دوبارہ آنکھ کھلی تو یہ کمرہ نہیں تھا.... اور وہ پانچوں.... خدا کی پناہ۔!"

"پانچ ہی تھے....!"

"ہاں پانچ نقاب پوش.... پھر انہوں نے تشدد کی حد کردی.... بائیں بازو کی ہڈی کریک ہو گئی ہے۔!"

"میں ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!" عمران دھاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

"آئینے میں شکل دیکھ لو پہلے۔!" غزالہ نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"بعد میں دیکھ لوں گا۔!" عمران روارَوی میں بولا۔

"بہر حال تمہیں گھر میں رکھنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔!" وہ عمران کو گھونسہ دکھا کر بولی۔

"ایسی باتیں نہ کیجئے۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "خوشبو بُری بلا ہے۔ اسی خوشبو نے مجھے تو بھرے بازار سے اٹھوا دیا تھا۔!"

"ہاں.... اس کا کوئی قصور نہیں۔!" جیلانی جلدی سے بولا۔

"قصور....!" غزالہ دانت پیس کر رہ گئی۔

"اچھا اب تم جاؤ.... میں ڈھمپ سے کچھ ضروری باتیں کروں گا۔!" جیلانی نے کہا۔

وہ عمران کو گھورتی ہوئی کمرے سے چلی گئی۔ پھر جیلانی کے کچھ کہنے سے پہلے ہی عمران سوال کر بیٹھا۔ "کیا آپ نے وہ چیز ان کے حوالے کر دی۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ چیز حوالے کرنی ہوتی تو بازو کیوں تڑوا بیٹھتا۔!"

عمران نے مطمئن انداز میں سر کو جنبش دی تھی۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا "واپسی کس طرح ہوئی آپ کی۔!"

"ایک شریف آدمی کے بستر پر ہوش آیا تھا۔ اس نے بتایا کہ مجھے ایک سڑک کے کنارے بے ہوش پڑا پایا گیا تھا۔ وہ لوگ اٹھا لائے۔ ہوش آنے پر مجھے بازو میں شدید تکلیف کا احساس ہوا تھا۔ انہوں نے ڈاکٹر بلوایا۔ تب معلوم ہوا کہ فریکچر ہے۔!"

"معلوم ہوتا ہے کہ نبے چاروں کے پاس کار نہیں ہے۔!"

"کیا مطلب۔!"

"نوکر کے بیان کے مطابق آپ ٹیکسی سے واپس آئے تھے۔ اور کوئی آپ کو پہنچانے بھی نہیں آیا تھا۔!"

"میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ میری شخصیت سے واقف ہو جائیں۔ اس لئے میں نے ان سے مزید کوئی مدد لینے سے انکار کر دیا تھا۔!"

"عقل مندی کی بات ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اچھا.... انہیں بتایا کیا تھا۔!"

"یہی کہ چلتے چلتے چکر آیا تھا۔ گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔!"

"چلئے.... اچھا ہی ہوا ورنہ سچ بات پولیس تک پہنچا دیتی....!"

"بہر حال تم یہ سمجھ لو کہ جب تک وہ چیز ان کے قبضے میں نہیں آجاتی اس وقت تک میں زندہ ہوں۔!"

"میرا بھی یہی خیال ہے کہ اس چیز کو حاصل کر لینے کے بعد وہ آپکو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔!"

"پھر بتاؤ.... اب کیا کروں۔!"

"کچھ دنوں کے لئے ملک سے باہر چلے جایئے۔!"

"میں نے بھی یہی سوچا ہے لیکن بے بی کا کیا ہوگا۔!"

"انہیں بھی ساتھ لے جایئے....!"

"میں جا ہی نہیں سکتا....!" جیلانی جھنجھلا کر بولا۔

عمران مجسم سوال بنا اسے دیکھتا رہا سیٹھ جیلانی کچھ دیر بعد بولا۔ "واپسی پر مجھے معلوم ہوگا کہ میں بالکل کنگال ہو گیا ہوں۔ میرے سارے ملازمین نمک حرام اور بے ایمان ہیں۔ میں ان پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ اگر ان کے سروں پر سوار نہ رہوں تو مہینے بھر میں دیوالیہ ہو جاؤں۔!"

"تب تو دشواری ہے....!" عمران پر تشویش لہجے میں بولا۔

"کوئی صورت اس کے علاوہ اور نہیں ہے کہ جیسے تیسے ڈٹا رہوں۔!"

"میں آپ کی ہمت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔!" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ آپ کے کسی شناسا کے پاس سیاہ رنگ کی فورڈ بھی ہے۔!"

"سیاہ رنگ کی فورڈ۔!" جیلانی چونک کر اسے گھورنے لگا۔

"ایس ڈی اے چار تین دو.... نمبر ہے....!" عمران بولا۔

"یہ کیوں پوچھ رہے ہو۔!"

"جب ہم آپ کی تلاش میں نکلے تھے تو ایک مخصوص جگہ سے کسی نے اُس گاڑی میں ہمارا تعاقب شروع کر دیا تھا۔!"

"میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔!" جیلانی بڑبڑا کر رہ گیا۔

"اور آپ نے چادر پر وہ دھبہ دیکھا۔!" عمران بستر کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "کیا یہ پہلے سے موجود تھا۔!"

"اوہ.... نہیں.... ہرگز نہیں.... خون....!"

"نہیں خون نہیں ہے۔!"

"تب پھر کیا ہے۔!"

"خدا جانے۔!"

"مجھے تو ہوش نہیں تھا.... واقعی بڑی عجیب خوشبو تھی۔ اور اتنی جلدی ذہن پر اس کا اثر ہوا تھا کہ کچھ سمجھنے کا موقع ہی نہیں مل سکا تھا۔!"

"اب میرے لئے کیا حکم ہے۔! یہ تو اچھا نہیں لگتا کہ باڈی گارڈ پڑا خراٹے لیتا رہے اور آپ فریکچر مول لیتے پھریں۔ حد ہو گئی کہ چوکیدار بھی پچھلی رات کھڑے کھڑے سو گیا تھا۔!"

"جی ہاں.... ! اُسے بھی چکر آ گئے تھے.... ہاں تو آپ نے اس گاڑی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا....!"

"میں نہیں جانتا۔!"

"حالانکہ گاڑی کے ذکر پر آپ حیرت ظاہر کرتے ہوئے کچھ بڑبڑائے تھے۔!"

"نہیں تو....!"

"آپ نے کہا تھا کہ میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔!"

"مجھے تو یاد نہیں۔ میں ایسی بات کیوں کرتا جبکہ میں اس نمبر کی گاڑی کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا....!"

"آپ کی مرضی....!" عمران شانے سکوڑ کر بولا۔

"تمہیں یقین نہیں آیا....!" وہ عمران کو گھورے جا رہا تھا۔

"نہیں جناب.... آخر آپ کسے بچانا چاہتے ہیں....!"

"تم بہت شکی ہو۔!"

"ارے.... ایک بچہ بھی آپ کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ آپ جانتے ہیں۔ لیکن بتانا نہیں چاہتے۔ سیاہ فورڈ کے حوالے پر آپ چونکے بھی تھے اور نمبر سن کر تو آپ کا چہرہ دیکھنے کے قابل تھا جیسے سماعت پر یقین نہ آ رہا ہو۔!"

"ختم کرو اس بات کو....!"

"اس کے بعد میرا مصرف جناب عالی....!"

"کیا یہ کم ہے کہ میں تمہاری موجودگی میں ایک خاص قسم کی تقویت محسوس کرتا ہوں۔!"

"آپ کی مرضی میں تو حلال کی کھانا چاہتا ہوں۔!"

"مگر یہ تو بتاؤ کہ تم دونوں مجھے کہاں تلاش کر رہے تھے۔!"

"بس کیا بتاؤں جناب! بھٹکتے پھر رہے تھے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں بڑی مشکل سے مس صاحب کو پولیس سے رابطہ قائم کرنے کو روکا تھا۔!"

"یہ تم نے بڑا اچھا کیا۔!"

"یہی نہیں بلکہ ایک کام اور بھی کیا تھا میں نے جسے آپ یقیناً پسند فرمائیں گے۔!"

"وہ کیا۔!"

"انہیں محترمہ سعدیہ کی طرف نہیں جانے دیا۔!"

"کیا مطلب۔!" جیلانی جھٹکے کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے.... ارے.... بیٹھ جائیے کیا آپ بھول گئے کہ بازو کی ہڈی کریک ہو گئی ہے۔ بے احتیاطی سے درد بڑھے گا۔!"

"تم کس سعدیہ کی بات کر رہے ہو۔!" جیلانی آنکھیں نکال کر بولا اور عمران بوکھلاہٹ میں اپنا سر سہلانے لگا۔

"بتاؤ.... بولتے کیوں نہیں؟"

"بہت ساری سعدیائیں ہوں تو نشان دہی بھی کروں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سوال کا کیا جواب ہو سکتا ہے۔!"

"تو تم اس حد تک میری ٹوہ میں رہے ہو! لیکن اسے کیسے معلوم ہوا۔!"

"جی بس بوکھلاہٹ میں میری زبان سے نکل گیا تھا۔!"

"تم آخر ہو کیا چیز۔!"

"ناچیز کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہوں۔ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔!"

"کیا تمہیں سعدیہ کی قیام گاہ معلوم ہے....!"

"جی ہاں.... اوپیرا والی لائن میں گیارہواں بنگلہ۔!"

"تو وہ وہاں جانا چاہتی تھی۔ مگر کیوں۔؟"

"انہیں شبہ ہو گیا ہے کہ لیڈی ڈاکٹر زیبا آپ کی شادی سعدیہ سے کرانا چاہتی ہیں۔!"

"لاحول ولا قوۃ۔! آخر یہ سب کچھ ہوا کیسے۔!"

"میری ہی غلطی سمجھ لیجئے۔ بلڈ پریشر کے سلسلے میں زیبا کا نام آگیا تھا زبان پر۔!"

"دل چاہتا ہے کہ تمہیں پیٹ کر رکھ دوں۔!" جیلانی دانت پیس کر بولا۔

"واقعی پیٹ ڈالئے۔ شائد اسی طرح مجھے سکون مل سکے۔ لیکن اس سے ایک فائدہ ض ہوا۔ آپ سے متعلق صاحبزادی کے خیالات معلوم ہوگئے۔!"

"اب اپنی کوئی تیسری حماقت بیان کرو گے۔!" جیلانی غرایا۔

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ بھلا ان کے خیالات سے مجھے کیا سروکار۔!"

"کیا کہا تھا اس نے؟"

عمران نے مڑ کر چور نظروں سے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر آہستہ آہ کہنے لگا۔ "ان کا خیال ہے کہ آپ کو کوئی حادثہ پیش نہیں آیا بلکہ آپ نے غائب ہو جانے کا ڈرا کیا ہے۔!"

"تم ہوش میں ہو یا نہیں۔!"

"لعنت ہو جھوٹے پر.... آخر آپ مجھے سمجھتے کیا ہیں۔ ساڑھے تین سو میں بک تو نہیں آپ کے ہاتھوں....!"

"خیر.... خیر اور کیا کہہ رہی تھی۔!"

"کہہ رہی تھیں کہ آپ دو دن بعد بحالت خراب واپس آکر اطلاع دیں گے کہ ان پراسر نقاب پوشوں نے زبردستی آپکی شادی کرادی۔ اگر آپ شادی نہ کرتے تو آپکو گولی ماردی جاتی۔"

جیلانی کراہتا ہوا بیٹھ گیا۔

"میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ نقل و حرکت کے سلسلے میں محتاط رہئے ورنہ درد ب جائے گا۔!"

"بس اب تم دفع ہو جاؤ یہاں سے۔!"

"گھر ہی سے۔!"

"نہیں.... اپنے کمرے میں جاؤ۔!" جیلانی زور سے دھاڑا۔

* * *

انہیں روزا میکسوئیل کے ساتھی کی تلاش تھی۔ اور اب یہ کام کسی قدر آسان ہوگیا

کیونکہ روزا سے اس کی تصویر مل گئی تھی۔ نیمو اور صفدر اس مہم پر نکلے تھے۔ باہر سے آنے والوں کے ریکارڈ چیک کئے گئے لیکن نہ کہیں وہ نام دکھائی دیا اور نہ وہ تصویر نظر آئی۔ روزا کے بیان کے مطابق وہ جیکسن بارڈ نامی ایک جرمن تھا۔ پچھلے کئی ماہ کے ریکارڈ میں بھی اس کا سراغ نہ مل سکا۔!

"عقلوں پر پتھر پڑ گئے ہیں۔!" صفدر آخرکار بولا۔

"کیا ہوا....!" نیمو نے چونک کر کہا۔

"ہمیں دراصل ابتداء اس ہوٹل سے کرنی چاہئے تھی جہاں وہ ٹھہرا تھا۔!"

"یعنی انٹرنیشنل سے....!"

"بالکل سامنے کی بات تھی.... پہلے وہاں سے تصدیق ہونی چاہئے کہ وہاں اس نام کا کوئی آدمی ان تاریخوں میں مقیم بھی تھا یا نہیں۔!"

"لیکن جناب!" اسسٹنٹ منیجر نے کہا۔ "وہ کوئی سفید فام آدمی نہیں تھا۔ جمیکا سے آیا تھا اور کسی سیاہ فام نسل سے تعلق رکھتا تھا۔ شائد نیگرو.... چہرے کی بناوٹ اور خط و خال سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ اُس کے اجداد نیگرو رہے ہوں گے۔!"

"بڑی عجیب بات ہے کہ آپ نے اسے اس تفصیل کے ساتھ یاد رکھا۔ جبکہ یہاں روزانہ درجنوں آتے جاتے رہتے ہوں گے۔!" صفدر بولا۔

"یاد رہ جانے کی وجہ ہے جناب! بہت اچھا گویا تھا کبھی کبھی ریکریئشن ہال میں رقص کی موسیقی پر گانا شروع کر دیتا تھا اور اس کے گرد نوجوانوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی۔!"

"پاسپورٹ تھا اس کے پاس۔!"

"یقیناً تھا۔ ورنہ معلوم کیسے ہوتا کہ کہاں کا باشندہ ہے۔!" اسسٹنٹ منیجر نے کہہ کر میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی تھی چپراسی اندر آیا تھا۔

"باہر والوں کا رجسٹر لے آؤ۔!" اُس نے کہا۔

چپراسی چلا گیا تھا۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ اس رجسٹر پر جھکے ہوئے تھے جس میں غیر ملکی گاہکوں کا اندراج ہوتا تھا....! صفدر نے جیکس بارڈ سے متعلق تفصیل نوٹ کی۔!

اور ایک بار پھر انہیں پولیس ہیڈ کوارٹر کی طرف جانا پڑا۔ اب تو جیکسن بارڈ کی آمد کی صحیح تاریخ بھی معلوم ہو چکی تھی۔ اس لئے کاغذات نکلوانے میں دشواری پیش نہ آئی۔ ہیڈ کوارٹر میں ایکس ٹو کے ایجنٹ نے کاغذات فوری طور پر نکلوائے اور ان کے سامنے رکھ دیئے۔ جیکسن بارڈ جمیکا ہی سے آیا تھا۔ اور واپس بھی چلا گیا تھا۔

"ہت تیری کی۔۔۔!" نیمو پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔ "یہ ہوئی ہے۔!"

"اب روزا میکسوئیل کے ساتھ سختی برتنی پڑے گی۔!"

"برت چکے۔۔۔ تمہیں بڑے پیار سے دیکھا کرتی ہے۔!"

"سوائے پیار کے اور کچھ نہیں پڑھ سکتے عورتوں کی آنکھوں میں۔!"

"پیار کے علاوہ وہاں اور کچھ ہوتا ہی نہیں۔!"

"اچھا پیارے خان اب واپس چلو۔ اس سے بھی دو دو باتیں ہو جائیں۔!"

"اس شرط پر کہ تم اس یتیم یسیر سے سخت لہجے میں گفتگو نہیں کرو گے۔!"

"ضرورت پڑی تو دو چار تھپڑ بھی رسید کر دوں گا۔!"

"یار آدمیت کے جامے میں رہا کرو۔!"

"تم نے اپنے لئے یہ پیشہ غلط منتخب کیا ہے۔ بڑے اچھے میل نرس ثابت ہوتے۔۔۔!"

"سوال یہ ہے کہ تمہیں پیار سے کیوں دیکھتی ہے مجھے کیوں نہیں دیکھتی۔!"

"اسی سے پوچھ لینا۔!" صفدر بیزاری سے بولا۔

روزا میکسوئیل کو موڈل ٹاؤن کی ایک چھوٹی سی عمارت میں رکھا گیا تھا۔ اور اب تک اسے یہی باور کرانے کی کوشش کی جاتی رہی تھی کہ وہ اپنے ہی آدمیوں کے درمیان ہے۔ لیکن جیمسن بارڈ سے متعلق نئے انکشاف کی بناء پر انہیں اپنے طریق کار پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت پیش آگئی تھی۔

صفدر نے فون پر ایکس ٹو سے رابطہ قائم کر کے اسے نئی صورتحال سے آگاہ کیا اور دوسری طرف سے آواز آئی۔ "اب تمہیں اپنا رویہ بدل دینا چاہئے۔!"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا جناب۔!"

"نیمو نے اس کے کمرے میں کچھ آوازیں بھی ریکارڈ کی تھیں۔!"

"جی ہاں۔۔۔! لیکن ابھی ہم نے ان کے سلسلے میں اس سے پوچھ گچھ نہیں کی۔!"

"یہی مناسب وقت ہے کہ اسے حقیقت کا علم ہو جائے۔!"

"بہت بہتر جناب۔!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کی آواز سن کر اس نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا۔ پھ وہ دونوں روزا میکسوئیل کے کمرے میں پہنچے تھے۔

نیمو نے اپنا بریف کیس میز پر رکھ دیا اور صفدر خاموشی سے روزا کی طرف دیکھتا رہا۔!

"کیا بات ہے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو۔!"

"جیکسن بارڈ تمہارے بیان کے مطابق کوئی جرمن تھا۔۔۔!"

"ہاں میں نے یہی کہا تھا۔!"

"اور سفید فام بھی۔!"

"تم تو اس طرح پوچھ رہے ہو جیسے میں نے غلط بیانی سے کام لیا ہو۔!"

"تم نے غلط بیانی ہی سے کام لیا تھا۔!"

"کیا کہہ رہے ہو۔!"

"ان دنوں انٹر نیشنل کے اس کمرے میں بلا شبہ ایک جیکسن بارڈ ٹھہرا ہوا تھا لیکن وہ کوئی سفید فام جرمن نہیں تھا۔!"

"پھر کون تھا۔!"

"ایک جمیکن نیگرو۔۔۔!"

"ناممکن۔۔۔!" وہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"اور تم نے بھی غلط کہا تھا کہ اس عورت کے علاوہ یہاں تمہاری اور کسی سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔!"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔!" روزا جھنجھلا گئی۔ صفدر نے نیمو کی طرف دیکھا اور وہ اپنا بریف کیس کھولنے لگا۔! اُس نے اس میں ایک چھوٹا سا کیسٹ پلیئر نکالا۔ اور اُس کا سوئچ آن کر دیا۔ ایک عورت اور ایک مرد کی گفتگو سنائی دینے لگی۔ زبان انگریزی تھی اور لہجہ بھی غیر ملکی تھا۔۔۔!

"اوہ۔۔۔ یہ ثبوت پیش کیا ہے تم نے۔۔۔!" روزا کہہ کر ہنس پڑی۔

"ہاں یہ آوازیں تمہاری کمرے میں سنی گئی تھیں۔!"

"ٹھہرو۔۔۔ بتاتی ہوں کہ کیسے سنی گئی تھیں۔" وہ باتھ روم کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ وہاں سے اپنا سوٹ کیس اٹھا لائی تھی۔ اور پھر اُس نے بھی ایک ٹیپ ریکارڈر اس میں سے نکالا۔ کیسٹ کو ریوائنڈ کیا۔ اور اس کے ٹیپ ریکارڈر سے بھی وہی آوازیں نکلنے لگیں۔

صفدر اور نیمو حیرت سے اسے دیکھے جا رہے تھے۔ بالآخر صفدر بولا۔

"اس کا مطلب۔!"

"مرد کی آواز کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ کہ وہ اسی جیکسن بارڈ کی آواز ہے۔ جس سے مجھے ملنا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ میک اپ میں ہو۔ اسلئے میں اسے آواز ہی سے پہچاننے کی کوشش کر سکوں۔!"

"اور اسے بھی وضاحت کے ساتھ علم نہ ہوگا کہ اُس سے ملنے کون آرہا ہے۔!"

"حالات سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے.... ممکن ہے اس کے پاس میری تصویر ہو۔!"

"تو تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ وہ جرمن کسی سیاہ فام جمیکن کے میک اپ میں تھا۔!"

"میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہتی۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کوئی سفید فام کسی سیاہ فام کے میک ا میں ہو۔ مجھے تو یہ ناممکن ہی معلوم ہوتا ہے....!"

وہ خاموش ہوگئی پھر یک بیک چونک کر بولی۔ "تم اس طرح سوالات کررہے ہو جیسے.. جیسے.!" وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہوگئی۔

"خاموش کیوں ہوگئیں، بات پوری کرو....!"

"کچھ نہیں....!" روزا نے کہا۔ لیکن اس کے انداز سے سراسیمگی جھانک رہی تھی۔!

"غالباً تم یہ کہنا چاہتی تھیں کہ کہیں غلط ہاتھوں میں تو نہیں پڑ گئیں۔!"

"کیا ان حالات میں مجھے یہ نہ سوچنا چاہئے۔!"

"اور ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ تم بھی حقیقتاً وہی ہو یا نہیں۔!"

"کون نہیں ہوں۔!"

"روزا میکسوئیل....!"

"تم میرا پاسپورٹ دیکھ سکتے ہو....!"

"کوڈ نیم کیا ہے۔!"

"یہ کیا ہوتا ہے....!" روزا نے حیرت سے پوچھا۔

"تمہارا خیال غلط نہیں ہے کہ یہ کوئی اناڑی خاتون ہیں۔!" صفدر نے نیمو سے کہا۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کس قسم کی گفتگو ہے....!"

"کوئی بات نہیں ہے.... ہم مطمئن ہوگئے ہیں کہ تم محض ایک ڈمی ہو....!"

"کیا مطلب....!"

"سنو میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتی کہ مجھے جیکسن بارڈ سے ملنا ہے.... یہ سا الجھاوے میری سمجھ میں نہیں آرہے۔!"

"کوئی الجھاوا نہیں ہے۔ سیدھی سی بات ہے۔ یہاں کا محکمہ سراغ رسانی ہمارے خ حرکت میں آگیا تھا۔ لیکن ہم نہیں جانتے تھے کہ اس نے ہمارے لئے کون سا طریق کار اختیا ہے۔ یہی معلوم کرنے کے لئے تم بحیثیت ڈمی یہاں بھیجی گئی ہو۔ ہم نے اندازہ لگالیا ہے کہ

کس زاویہ سے حملہ آور ہوگا۔!"

"کک.... کیا کہہ رہے ہو....!" وہ ایک بار پھر بوکھلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بیٹھ جاؤ....!" صفدر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "انہیں کم از کم تم جیسی سادہ لوح خاتون کو نہ بھیجنا چاہئے تھا۔!"

"خدا کے لئے مجھے بتاؤ کہ محکمہ سراغ رسانی کی کیا بات کررہے تھے۔ کیا معاملہ ہے۔!"

"تم یہاں کیوں آئی تھیں۔!"

"مجھے جیکسن بارڈ کو صرف یہ اطلاع دینی تھی کہ وہ لوگ مال وصول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اُس کے بعد میری واپسی کا ذمہ دار جیکسن بارڈ ہی ہوتا۔ اس پیغام رسانی کے صلے میں انہوں نے پانچ ہزار ڈالر طہران میں میرے بینک اکاؤنٹ میں جمع کرادیئے ہیں۔!"

"کون لوگ کیسا مال وصول کرنے کے لئے تیار ہیں۔!"

"یہ میں نہیں جانتی۔ میری ایک دوست نے طہران کے ایک تاجر سے ملایا تھا۔ اُس نے تنے معمولی سے کام کا آفر دیا۔ معاوضہ معقول سے بھی زیادہ تھا۔ اور سفر مفت تفریح مفت، اپسی کا سفر جیکسن بارڈ کے ذمے۔ میں تیار ہوگئی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ کوئی ایسا معاملہ ہے س کا تعلق پولیس سے بھی ہو سکتا ہے تو میں ہرگز تیار نہ ہوتی۔!"

"کیا چرس یا دوسری منشیات کی غیر قانونی تجارت کا خیال نہیں آیا تھا تمہیں۔!"

"اس کے علاوہ اور کیا سوچ سکتی تھی۔ یقیناً خیال آیا تھا۔!"

"تو پھر۔!"

"اگر منشیات کی تجارت کا معاملہ بھی تھا تو مجھے اس سے کیا سروکار۔ مجھے تو صرف ایک پیغام پاناتھا۔ اور پھر واپسی....!"

"لیکن اب زحمت میں پڑ گئی ہو....!"

"اب کیا ہوگا۔! خدا کے لئے مجھے کسی طرح واپس بھجوادو۔!"

"تمہیں واپس بھجوانا ہماری ذمہ داری نہیں ہے۔!"

"پھر میرا کیا ہوگا۔!"

"تمہارے لئے دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو تن بہ تقدیر بیٹھی رہو۔ اور دیکھو کہ حالات کونسا ختیار کرتے ہیں۔ یا خود ہی پولیس کے پاس پہنچ جاؤ۔ لیکن تم کسی طرح بھی اسے ثابت نہ گی کہ طہران کے کسی تاجر نے تمہیں یہاں بھیجا ہے کیونکہ تم خود کو سیاح ظاہر کرچکی ہو۔

کاغذات پر یہی تحریر ہے....!"

"خداوندا میں کس مصیبت میں پھنس گئی۔!"

"میری دانست میں تمہارے لئے پہلی ہی صورت مناسب رہے گی۔!"

"تت... تو اس عورت کا تعلق پولیس سے تھا۔ جس نے میرے لئے ہمدردی ظاہر کی تھی۔!"

"اس کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے۔ اس دن کے بعد سے پھر کہیں نہیں دکھائی دی

"لیکن تمہاری پولیس میں کسی غیر ملکی عورت کا کیا کام....!"

"ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کون تھی۔!"

"کیا یہ ممکن ہے کہ وہ پیغام تم لوگ وصول کر کے میری واپسی کا انتظام کر دو۔!"

"ہمیں صرف اپنے کام سے کام ہوتا ہے طہران والے ہمیں کسی بات پر مجبور نہی کر سکتے۔!"

"میں انسانیت کے نام پر تم سے اپیل کرتی ہوں۔ میری مدد کرو۔ ورنہ میرا پورا کیرئیر ہو جائے گا۔ میں وہاں شعبہ آثار قدیمہ میں تعلیم حاصل کر رہی ہوں۔!"

"پانچ ہزار کے عوض تم نے اپنا مستقبل دوسروں کے حوالے کر دیا ہے۔!"

"بس ہو گئی حماقت....!"

"مجھے تم پر بے تحاشہ ترس آ رہا ہے۔ لیکن میں بھی کسی کو جواب دہ ہوں۔!"

"اسی کے سامنے میرا معاملہ پیش کر کے رحم کی اپیل کرو....!"

"وہ کسی کی نہیں سنتا۔ اپنے بنائے ہوئے چند اصولوں کا اسیر ہے۔ خیر ہم دیکھیں گے تمہارے لئے کیا کر سکتے ہیں۔ فی الحال تم صرف آرام کرو....!" صفدر نے کہا اور نیمو کو واپس اشارہ کرتا ہوا عمارت سے باہر نکل آیا۔

"اب ہم سائیکو مینشن کا رخ بھی نہیں کریں گے۔!" اس نے کہا۔

"کیوں....!" نیمو نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اگر یہ واقعی ڈمی ہے تو کچھ لوگ یقینی طور پر ہماری نگرانی کر رہے ہوں گے۔!"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔!"

"حالات سے ہم پوری طرح آگاہ نہیں ہیں۔!" صفدر نے گاڑی کی اگلی سیٹ کا در کھولتے ہوئے کہا۔ "اس لئے بہت زیادہ محتاط رہنا پڑے گا۔!"

"اس کے باوجود بھی تم نے اُس سے بہت کچھ اگلوا لیا۔!" نیمو اسٹیرنگ سنبھالتا ہوا بولا۔

گاڑی حرکت میں آئی تھی اور نیمو نے عقب نما آئینے کے زاویے میں تبدیلی کی تھی۔! کچھ دور چلنے کے بعد اُس نے کہا۔ "عمارت کے بائیں بازو سے ایک موٹر سائیکل برآمد ہوئی ہے۔!"

"اگر وہ حقیقتاً گاڑی کا تعاقب کرتی ہے تو روزا میکسوئیل سے بھی زیادہ اہم ہو سکتا ہے وہ شخص کیونکہ روزا تو محض ڈمی ہے۔!"

نیمو نے ایک گلی میں گاڑی موڑ دی تھی اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد تصدیق ہو گئی تھی کہ موٹر سائیکل سوار ان کا تعاقب ہی کر رہا تھا....!"

◆

غزالہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ اگر سعدیہ والی کہانی درست تھی تب بھی اس واقعے کے بعد وہ اپنے باپ سے تو کچھ پوچھ نہیں سکتی تھی۔ لہذا ایک بار پھر اُس نے ڈھمپ ہی کا گریبان پکڑنے کی کوشش کر ڈالی۔

"وہ تو میں نے ہوائی چھوڑی تھی۔!" عمران بڑی ڈھٹائی سے بولا۔

"کیا مطلب....!"

"آپ نے جو رونا شروع کر دیا تھا تو آخر چپ کس طرح ہوتیں۔ خواتین کو روتے دیکھ کر مجھ پر بوکھلاہٹ کا دورہ پڑ جاتا ہے....!"

"تو تم نے ڈیڈی پر جھوٹا الزام لگایا تھا۔!"

"آپ کا رونا بند کرانے کے لئے پچھلی سات پشتوں پر بھی الزام لگا سکتا تھا۔!"

"اگر میں ڈیڈی کو بتا دوں تو....!"

"میں نے کب کہا ہے کہ نہ بتائیے۔!"

"اس کے بعد پھر نہ ٹک سکو گے یہاں....!"

"تب تو ضرور بتائیے....!"

"کیا مطلب۔!"

"میں خود ہی نکل بھاگنا چاہتا ہوں۔ ان واقعات کے بعد۔!"

"بھگوڑے تو ہو ہی۔ پتا نہیں کہاں سے بھاگ کر یہاں آئے ہو۔!"

"جو کچھ دل چاہے سمجھئے یہاں تو جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔!"

"بیچ سڑک پر برقعہ اوڑھنے والی حرکت بھی زندگی بھر یاد رہے گی۔!"

"یہ نہ کرتا تو سعدیہ کو کہاں سے پیدا کرتا جس کا کوئی وجود نہیں ہے۔!"

"یہ تم کہہ رہے ہو۔!"

"جی ہاں! آپ سر ہو رہی تھیں کہ آپ کو سعدیہ کے پاس لے چلوں۔ میں نے آپ کا دھیان بٹانے کے لئے آپ سے تعاقب کی تفصیل پوچھی۔ اور برقعے کا نام سنتے ہی وہ تدبیر کر ڈالی جس کی بناء پر آپ کو گھر ہی کی طرف بھاگتے بنی۔!"

"اول درجے کے فراڈ ہو....!"

"اپنی جان بچانے کے لئے سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔!"

"تو پھر یہاں سے کب بھاگ رہے ہو۔!"

"جب تک کہ خود سیٹھ صاحب کان پکڑ کر نکال باہر نہ کریں۔!"

"اور تم انہیں اُس پر مجبور کر دو گے۔!"

"شائد ایسا نہ کر سکوں۔ سیٹھ صاحب بہت شریف آدمی ہیں انہیں دھوکا نہیں دے سکتا۔!"

"مجھے بیوقوف بنا سکتے ہو۔!" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"بیوقوف نہیں بنایا تھا اپنی جان بچائی تھی۔ آخر میں آپکو سعدیہ کے نام پر کہاں لے جاتا۔!"

"اگر میں ڈیڈی سے پوچھ ہی بیٹھتی تو....!"

"میں پورا واقعہ دہرا کر ان سے معافی مانگ لیتا۔!"

"دراصل مفت خورے ہو....!"

"آپ کے ڈیڈی ایسا نہیں سمجھتے ورنہ میں یہاں ٹک نہیں سکتا تھا۔!"

"تم نے ابھی تک کیا ہی کیا ہے۔ تمہاری موجودگی میں ڈیڈی پر یہ سب گذر گئی۔!"

"اگر سیٹھ صاحب مجھے بتا دیتے کہ وہ اپنے گھر میں بھی محفوظ نہیں ہیں تو میں اور کوئی تدبیر کرتا۔!"

"تم کچھ بھی نہیں کرتے.... صرف باتیں بنانے کے ماہر ہو۔!"

"کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔!"

"ہاں، میں یہی چاہتی ہوں۔!"

"بات پوری طرح سمجھ میں آگئی....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"کون سی بات سمجھ میں آگئی۔!"

"ان واقعات کے پیچھے آپ کا ہاتھ معلوم ہوتا ہے۔!"

"یہ کیا بکواس ہے....!"

"آپ جلد از جلد اپنے ڈیڈی کی دولت پر قبضہ جمالینا چاہتی ہیں۔ قتل کا الزام ان نامعلوم لوگوں کے سر جائے گا۔!"

"تمہارا قیمہ کر کے رکھ دوں گی۔!" وہ اس کی طرف جھپٹی تھی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ راہداری میں جیلانی سیٹھ سے مڈ بھیڑ ہوگئی۔ وہ رکا تھا لیکن عمران آگے بڑھتا چلا گیا۔ غزالہ اس کے پیچھے تھی۔!"

"ٹھہرو....!" جیلانی نے گرج کر کہا۔! "یہ کیا ہو رہا ہے۔!"

ساتھ ہی اس نے غزالہ کا بازو بھی پکڑ لیا تھا۔ وہ ہانپتی ہوئی بولی۔ "مجھے چھوڑ دیجئے جان سے مار دوں گی۔!"

"بات کیا ہے؟" جیلانی کو سچ مچ غصہ آ گیا۔

"کہتا ہے کہ میں آپ کو مار ڈالنا چاہتی ہوں۔!"

"یہ کیا بکواس ہے....!"

"اسی سے پوچھئے.... کہتا ہے جلد از جلد آپ کی دولت پر قبضہ کر لینے کے لئے میں نے یہ چکر چلایا ہے خدانخواستہ آپ کو قتل کر دوں گی اور الزام ان نقاب پوشوں کے سر جائے گا۔!"

"اوہ.... تم بھی احمق ہو گئیں اس کے ساتھ.... بیوقوف آدمی ہے....!"

"تو پھر فوراً نکال باہر کیجئے اس بیوقوف آدمی کو....!"

دفعتاً عمران پھر راہداری کے سرے پر دکھائی دیا اور ہاتھ ہلا کر بولا۔ "ہاں ہاں نکال باہر کیجئے.... میں کب ٹکنا چاہتا ہوں یہاں۔!"

"چلو.... ادھر آؤ....!" جیلانی آنکھیں نکال کر بولا۔

"انہیں ہٹا دیجئے۔ پھر قریب آ سکتا ہوں۔ میں تو ایک اچھا مشورہ دینے گیا تھا۔ انہوں نے خود ہی ادھر اُدھر کی باتیں نکالیں اور پھر مجھے جان سے مار دینے پر تل گئیں۔!"

"میں کہتا ہوں ادھر آؤ....!" جیلانی غرایا۔

عمران سہما سہما سا قریب پہنچا تھا۔ اور اس طرح غزالہ کی طرف دیکھے جا رہا تھا جیسے اُس کے غافل ہوتے ہی وہ ہاتھ چھوڑ دے گی۔

"یہ تم اس سے کیا بکواس کر رہے تھے۔!" جیلانی نے قہر آلود لہجے میں پوچھا۔

"پھر کیا کرتا جب میری سیدھی سادھی باتیں لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتیں تو مجھے غصہ آ جاتا ہے۔!"

”کون سی بات سمجھ میں نہیں آئی۔!“

”میں یہ کہنے گیا تھا کہ اب مس صاحب وقت بے وقت گھر سے نکلنا چھوڑ دیں۔!“

”میں خود بھی یہی کہنا چاہتا تھا۔!“ جیلانی بولا۔ ”اگر خدانخواستہ تم پر کوئی حادثہ گذر گیا تو مجھے ان کے سامنے سر جھکا دینا ہی پڑے گا۔!“

”لیکن آپ تو گھر ہی میں تھے جب آپ پر یہ حادثہ گذرا۔!“ غزالہ بول پڑی۔

”یہ بھی ٹھیک کہہ رہی ہو۔۔۔۔!“ جیلانی کا لہجہ پر تشویش تھا۔

”اسکی فکر نہیں۔۔۔ اب تو کوئی یہاں قدم رکھ کر دیکھے۔ راتوں کو جاگ کر نگرانی کروں گا۔!“

”کیا وہ خوشبو فلمی گیت گاتی ہوئی آتی ہے کہ تم ہوشیار ہو جاؤ گے۔۔۔۔!“ غزالہ جل کر بولی۔

”مم۔۔۔۔ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔!“ عمران بوکھلا کر بولا۔

”تم اس سے باتوں میں نہیں جیت سکو گے۔!“ جیلانی ہنس پڑا۔۔۔۔ پھر سسکاری لی۔ شائد اس کے بازو کو جھٹکا لگا تھا ہنسنے سے۔! عمران نے اُسے غور سے دیکھا تھا اور ٹھنڈی سانس لی تھی۔

بات وہیں ختم ہو گئی۔ جیلانی نے دونوں سے اپنے اپنے کمروں کی طرف جانے کو کہا تھا۔ پھ وہ شام کی چائے کے وقت تک کمروں سے باہر نہیں نکلے تھے۔! ڈرائنگ روم میں دونوں ک ملاقات پھر ہوئی۔ جیلانی سیٹھ اپنی خواب گاہ ہی میں تھا۔ شائد اُس کی چائے وہیں بھجوائی گئی تھی۔

عمران خاموشی سے چائے پیتا رہا۔ نظر اٹھا کر غزالہ کی طرف دیکھا تک نہیں تھا۔ لیکن غزال کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اُس سے کچھ کہنا چاہتی ہو۔ آخر بول ہی پڑی تھی۔ ”آخر ت خود کو سمجھتے کیا ہو۔!“

”دنیا کا مظلوم ترین آدمی جس کی ہمدردی کی باتوں پر بھی لوگوں کو غصہ آجاتا ہے۔!“

”تم خود بات بڑھاتے ہو۔ تمہیں اتنی بے دردی سے اظہارِ خیال نہ کرنا چاہئے تھا۔!“

”اصل میں جاسوسی ناول پڑھ پڑھ کر میرا دماغ بہت تیز ہو گیا ہے۔ سارے امکانات کا جائ لینے کی عادت ہو گئی ہے۔ ویسے اگر آپ کو اس سے تکلیف پہنچی ہو تو معافی چاہتا ہوں۔!“

”پتا نہیں کیوں۔۔۔۔ تھوڑی دیر بعد تمہیں معاف کر دینے کو دل چاہتا ہے۔!“

”شکریہ۔۔۔۔!“

”سنو۔۔ ایک تدبیر میرے ذہن میں آئی ہے۔!“ وہ آگے جھک کر رازدارانہ انداز میں بولی۔

”کہئے۔۔۔۔ کہئے۔۔۔۔!“ عمران نے پر اشتیاق لہجے میں کہا۔

”ڈیڈی ضدی ہیں۔!“

”کھلی ہوئی بات ہے۔ بازو تڑوالیا۔ لیکن ٹس سے مس نہ ہوئے۔!“

”اور میں سوچ رہی ہوں کہ تم نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ اب وہ مجھ پر قابو پانے کی کوشش کریں گے۔!“

”میری زندگی میں تو یہ ناممکن ہے۔!“ عمران نے میز پر ہاتھ مار کر غصیلے لہجے میں کہا۔

”بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔۔۔۔ تم نے کیا بگاڑ لیا تھا ان کا۔۔۔۔ سڑک پر سے اٹھ گئے تھے۔ ڈیڈی کو وہ گھر سے لے گئے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔!“

”یہ بھی ٹھیک ہے۔۔۔۔!“ عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔

”فضول باتیں کر رہے ہو۔ میری تجویز بھی تو سنو۔۔۔۔!“

”او ہاں۔۔۔۔ کہئے۔۔۔۔ کہئے۔۔۔۔!“

”کیوں نہ ہم دونوں اپنے طور پر اُس چیز کو تلاش کریں۔۔۔۔!“

”نہیں صاحب۔۔۔۔!“ عمران دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”سیٹھ صاحب مجھے گولی مار دیں گے۔۔۔۔!“

”بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔ انہیں معلوم ہی نہ ہو سکے گا۔!“

”اس کے تصور سے میرا دم نکل رہا ہے۔!“

”تب پھر تم ہم لوگوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ تم بتاؤ انسانی زندگیاں زیادہ اہم ہیں یا وہ نامعلوم چیز۔۔۔۔!“

”انسانی زندگیاں۔۔۔۔!“ عمران طویل سانس لے کر بولا۔

”مزاج کا ضدی پن عقل سلیم کو ہڑپ کر جاتا ہے۔!“

”شائد آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔!“

”اگر ایسے آدمی کی مدد نہ کی جائے تو وہ بالآخر ڈوب ہی جاتا ہے۔!“

”مدد ہی کرنے کے لئے تو میں یہاں ہوں۔! لیکن مدد کس طرح کی جائے۔!“

”خاموشی سے اس چیز کو تلاش کر کے ان لوگوں کے حوالے کر دیں۔!“

”بڑی آسانی سے یہ بات آپ کی زبان سے پھسل تو گئی ہے لیکن ہمیں تو اُس چیز کی نوعیت ہی کا علم نہیں ہے ہم کیا تلاش کریں گے۔!“

”کوئی ایسی چیز جو بہت اہم ہو۔۔۔۔!“

”ٹھہرئیے۔! عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”خدا کے لئے ٹھہر جائیے مجھے پسینے آرہے ہیں۔۔۔۔ ارے باپ رے۔۔۔۔!“

”کیا ہوا.... کیا بات ہے....!“

”ایسی ہی ایک چیز یاد آ رہی ہے.... وہ ایک دانت تھا کسی آدمی کا.... دانت میرے دادا جان کے قبضے میں تھا۔ پورا خاندان.... تباہ ہو گیا.... اور میں آخری فرد.... یعنی خاندان کا آخری چشم و چراغ اس طرح دھکے کھاتا پھر رہا ہوں۔!“

”کیا بک رہے ہو....!“

”وہ افریقہ کے ایک جادوگر کا دانت تھا جو کرنل ڈھمپ کے ہاتھوں ٹوٹا تھا۔!“

”مجھے خوف زدہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔!“

”پھر ضروری نہیں کہ وہ خطرناک چیز سیٹھ صاحب نے گھر میں رکھی ہو۔!“

”گھر کے علاوہ اور کہیں نہ ہو گی۔!“

”تب تو وہ لوگ نرے چغد معلوم ہوتے ہیں۔ نہایت آسان تدبیر تھی خوشبو کا حملہ گھر کے ہر فرد پر اثر ہوتا اور نہایت اطمینان سے پورا بنگلہ الٹ پلٹ کر رکھ دیتے۔!“

”اس کے باوجود بھی وہ چیز نہ ملتی۔!“

”اوہ....!“ عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ یہاں کوئی ای جگہ بھی ہے جس کا علم آپ دونوں کے علاوہ اور کسی کو نہیں۔!“

”آہستہ بولو۔!“ اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی کی.... عمران کچھ اور آگ جھک آیا۔ وہ آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی ”تہہ خانہ جس کا علم ہم دونوں کے علاوہ اور کسی کو نہی لیکن وہاں تنہا جاتے ہوئے مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔!“

”پہلے کبھی گئی ہیں۔!“

”بچپن میں ایک بار.... خود ڈیڈی لے گئے تھے اور مجھے دیر تک سمجھاتے رہے تھے کہ م اس کا تذکرہ کسی سے بھی نہ کروں۔!“

”تب تو ممکن ہے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”میں راستہ جانتی ہوں۔ لیکن میرے جسم میں اتنی طاقت نہیں کہ اس سلیب کو اس کی ج سے ہٹا سکوں۔!“

”یہ میں کر لوں گا.... آپ بے فکر رہئے۔!“

”لیکن میں کیسے یقین کر لوں کہ بات تمہاری ذات سے آگے نہیں بڑھے گی۔!“

”قطعی نہیں بڑھے گی! لیکن آپ کو یقین دلانا میرے بس سے باہر ہے۔!“

”کرائسٹ اور مقدس مریم کی قسم کھاؤ....! مجھے یقین آ جائے گا۔!“

”میں ان دونوں کو اس جھگڑے میں نہیں ڈالنا چاہتا خواہ آپ مجھ پر اعتماد کریں یا نہ کریں۔!“

”بس تو پھر رہنے دو.... وہ لوگ مجھے اٹھا لے جائیں گے۔ اور ڈیڈی کو دھمکائیں گے کہ اگر انہوں نے وہ چیز ان کے حوالہ نہ کی تو مجھے مار ڈالیں گے۔!“

”یہ کام تو انہیں بہت پہلے کر ڈالنا چاہئے تھا۔ خواہ مخواہ اتنی دیر لگائی۔“

”تم ہوش میں تو ہو....!“ غزالہ بھڑک اٹھی۔

”ہوش میں ہوتا تو یہ ضرور سوچتا کہ آخر مجھ میں کون سے ایسے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں کہ میرے یہاں آتے ہی انہیں اس قسم کی تدبیریں سوجھنے لگیں۔!“

”اوہ....!“ وہ آنکھیں نکال کر رہ گئی۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر سر ہلا کر بولی!

”واقعی یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جب تک تم اس پلیا پر نہیں دکھائی دیئے۔ ہم نارمل قسم کی زندگی گذارتے رہے تھے۔ اور مجھے ڈیڈی کے کسی ایسے راز کا علم نہیں ہوا تھا۔!“

”سوچے.... جایئے میں تو چلا۔!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔ ”ملازمت بھی ملی تو مکھیاں پیدا کر کے مارنے والی۔!“

”بیٹھو....!“ غزالہ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”مجھ پر رحم کیجئے۔ ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔!“

عمران پھر وہاں نہیں ٹھہرا تھا۔ غزالہ دانت پیستی رہ گئی۔ اُسی کے توجہ دلانے پر اُس کا ذہن اس حقیقت کی طرف مبذول ہوا تھا کہ اس کی آمد سے قبل وہ لوگ بڑی پُر سکون زندگی گذار رہے تھے۔ اور یہ کہانی ایک حاملہ کتیا سے شروع ہوئی تھی۔ وہ سوچتی رہی اور اس کا ذہن ان معاملات میں الجھتا ہی چلا گیا۔ ڈھمپ کی آمد اور اُس کی حیثیت معمہ بن کر رہ گئی تھی۔ آخر کار وہ اٹھی اور اس ذہنی کیفیت سمیت جیلانی سیٹھ کے سامنے جا پہنچی۔! وہ آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔ اور نہ جانے کیوں اُس نے خواب گاہ کا دروازہ کھلا ہی رکھا تھا.... آنکھیں بند تھیں وہ قریب جا کھڑی ہوئی۔ لیکن اس نے آنکھیں نہ کھولیں۔ پھر الٹے پاؤں واپس ہی ہونے والی تھی کہ باتھ روم کا دروازہ کھلا اور عمران برآمد ہوتا نظر آیا۔

غزالہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”دروازہ بند کر دیجئے اور بیٹھ جایئے....!“

”آہستہ بولو....!“ وہ جھنجھلا کر بولی۔ ”جاگ پڑیں گے۔!“

“سر پر ڈھول بجانے سے بھی نہیں جاگ سکتے۔!” عمران نے بڑے اطمینان سے کہا او آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔

“کیا مطلب۔!”

“اطمینان سے بیٹھ جائیے.... ضروری مشورہ....!”

“آخر ڈیڈی....!” وہ پر تشویش نظروں سے جیلانی کی طرف دیکھ کر رہ گئی۔

“بے فکر رہئے.... صرف گہری نیند ہے کوئی خاص بات نہیں۔!”

“کیسی نیند ہے....! یہ تو پیروں کی چاپ سے بھی جاگ جاتے ہیں۔!”

“میں نے انہیں سلا دیا۔ تکلیف زیادہ تھی.... نیند کا انجکشن دیا ہے....!”

“آخر بات کیا ہے جلدی بتاؤ۔ ورنہ میرے دماغ کی کوئی رگ پھٹ جائے گی۔!”

“آپ نے ابتدا میں کہا تھا کہ آپ اپنے باپ کو کسی غیر قانونی معاملے میں ملوث دیکھنا پسند نہیں کریں گی۔!”

“اور اب بھی یہی کہتی ہوں۔!”

“تو پھر میں آپ کو اطلاع دے رہا ہوں کہ انکا وہ بازو قطعی محفوظ ہے فریکچر تو بڑی چیز ہے، کہیں ہلکی سی خراش بھی نہیں ہے۔ یہ تو آپ جانتی ہی ہیں جس حصے میں فریکچر ہوتا ہے اس پ ورم بھی آجاتا ہے....!”

“یقینی بات ہے۔!”

“تو پھر میں آپ کو دکھاتا ہوں۔ شانے سے لے کر انگلیوں تک کہیں معمولی سا ورم بھی نہیں ہے یہ تو بینڈیج اس طرح کی گئی ہے کہ اوپر سے صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔!”

عمران نے جیلانی کے چوٹ کھائے ہوئے بازو کو پٹیوں کی بندش سے آزاد کرنا شروع کیا تھا۔ اور پھر ذرا ہی سی دیر میں غزالہ کو اس کے بیان پر یقین کر لینا پڑا تھا۔ پورا ہاتھ بالکل ٹھیک تھا۔ اس پر کہیں ہلکی سی خراش بھی نہیں پائی جاتی تھی۔ اس کی زبان ہی گنگ ہو کر رہ گئی۔ عمران کو دوبارہ پٹی باندھتے دیکھتی رہی پہلے ہی کی سی بینڈیج کر دینے کے بعد وہ اسکی طرف مڑا۔ غزالہ سر جھکائے کھڑی تھی پھر عمران نے اُسے باہر چلنے کا اشارہ کیا تھا۔ اس نے خاموشی سے تعمیل کی۔ عمران بھی اس کے ساتھ ہی کمرے سے نکلا تھا۔ گراؤنڈ فلور پر پہنچ کر وہ ڈرائنگ روم میں آئے۔

“میں نہیں سمجھ سکتی کہ آخر یہ سب کچھ کیا ہے۔!” وہ بالآخر بولی تھی۔

“سمجھ میں تو ابھی میری بھی نہیں آیا۔ لیکن ہے کوئی بڑا چکر۔!”

“تم نے انہیں بے ہوش کیسے کیا تھا۔!”

“وہ سونے سے قبل نیند کا انجکشن لینے کے عادی معلوم ہوتے ہیں۔!”

“میرے لئے یہ بھی نئی اطلاع ہے۔!”

“میں بغور انہیں دیکھتا رہا ہوں۔ آج میں نے نیند والی دوا کے ایمپل کی جگہ بیہوشی طاری کرنے والی دوا کا ایمپل رکھ دیا تھا۔ لہذا انہوں نے خود ہی اپنے اوپر بیہوشی طاری کرلی۔!”

“تم نے ایسا کیوں کیا تھا۔!”

“ہاتھ کی بینڈیج کھول کر اپنے شبہے کی تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ مجھے پہلی ہی نظر میں شبہہ ہو گیا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔!”

“لیکن آخر کیوں۔!”

“میرا خیال ہے کہ یہ سب کچھ انہوں نے میری اصلیت معلوم کرنے کے لئے کیا ہے۔!”

عمران ہنس کر بولا۔

“میں نہیں سمجھی۔!”

“شائد وہ مجھے سی آئی ڈی سے متعلق سمجھتے ہیں۔ چونکہ وہ کتیا آپ کی قیام گاہ سے زیادہ دور نہیں تھی۔ اس لئے وہ اُس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔!”

“تو کیا تم سچ مچ سی آئی ڈی کے آدمی نہیں ہو۔!”

“سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!”

“تو پھر تم کون ہو۔!”

“نوبل ڈھمپ.... اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔!”

“اگر وہ سچ مچ کسی غیر قانونی معاملے میں ملوث ہوئے تو تم کیا کرو گے۔!”

“کچھ بھی نہیں.... کریں گی آپ۔!”

“مم.... میں کیا کروں گی....!”

“انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کریں گی۔!”

“میں تمہاری بے حد شکر گذار ہونگی اگر تم پولیس کو اطلاع دینے کے بجائے میری مدد کرو۔!”

“میں یہی کروں گا۔ آپ مطمئن رہئے....!”

“تو وہ سب کچھ فراڈ تھا۔ وہ پانچوں نقاب پوش.... ڈیڈی ہی کے آدمی تھے۔!”

“میں یہ نہیں کہتا.... ہو سکتا ہے وہ سب کچھ سچ ہی ہو۔ لیکن اس چیز کے بارے میں سوچئے

جو ان کے قبضے میں ہے۔ اگر اُسے اصولاً پولیس کے قبضے میں ہونا چاہئے تو اپنے قبضے میں رکھنا
قانونی ہی حرکت تو ہوئی۔!"

"ہاں۔۔۔ یہ درست ہے۔۔۔!"

"دونوں پارٹیاں۔۔۔ میرا مطلب ہے آپ کے ڈیڈی اور ان کے مخالفین دونوں ہی اس سلسلے میں پولیس سے رجوع کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ پولیس نظروں میں اس کا کسی کے قبضے میں بھی ہونا غیر قانونی امر ہو سکتا ہے۔!"

"بات سمجھ میں آنے والی ہے۔!"

"لہٰذا اب انکے ہوش میں آنے سے قبل ہی ہمیں فیصلہ کر لینا چاہئے کہ ہمارا اگلا قدم کیا ہو۔!"

"تم بتاؤ کیا کرنا چاہئے میں تو فی الحال ذہنی طور پر مفلوج ہو کر رہ گئی ہوں۔!"

"سب سے پہلے تو ہمیں ایسا بن جانا ہو گا جیسے ہم کچھ جانتے ہی نہیں۔ انہیں قطعی احساس ہونے دینا چاہئے کہ ہماری دانست میں وہ زخمی ہونے کی اداکاری کر رہے ہیں۔!"

"ٹھیک ہے ایسا ہی ہو گا۔!"

"پھر میں آپکی اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کروں گا کہ اس چیز کو تلاش کیا جائے پہلے ہم اُسکی نوعیت کا اندازہ لگائیں گے اور پھر اسی کی مطابقت سے طریق کار متعین کریں گے۔!"

"میں بہت پریشان ہوں ڈھمپ۔۔۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔!"

"اب آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ میں سب کچھ دیکھ لوں گا۔ لیکن آپ
تعاون شرط ہے۔!"

"میں ہر طرح تمہارا ہاتھ بٹاؤں گی۔!"

"بات بات پر الجھئے گا بھی نہیں۔!"

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ خود کو قابو میں رکھوں گی۔!"

"بس تو پھر آپ کی تجویز کے مطابق ابتدا تہہ خانہ سے کریں گے۔!"

"اب مجھے خوف معلوم ہو رہا ہے۔ پتا نہیں کیا چیز سامنے آئے۔!"

"دیکھئے یہ کام تو کرنا ہی ہے کسی نہ کسی طرح۔۔۔!"

"ہاں۔۔۔ میں اپنا دل مضبوط کرنے کی کوشش کروں گی۔!"

"آپ کا دل مضبوط ہے۔ آپ بہت دلیر ہیں۔!"

"لیکن اس انکشاف کے بعد سے میرے اعصاب جواب دیتے جا رہے ہیں۔!"

"اونہہ۔۔۔ کوئی خاص بات نہیں آدمی ہی غلطیاں کرتا ہے اور پھر ان کی اصلاح بھی کر لیتا ہے میں ہوں یا آپ کے ڈیڈی ہوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بس قانون کے محافظوں کی نظر میں پڑنے سے پہلے ہی خود کو ٹھیک ٹھاک کر لیا جائے تو کوئی بات نہیں۔!"

"اور تم کبھی کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کرو گے۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح آپ کو یقین دلاؤں۔!"

"اور ہمیں بلیک میل بھی نہیں کرو گے۔!"

"کیا میں صورت سے ایسا ہی آدمی لگتا ہوں۔!"

"صورت سے تو ایسے لگتے ہو کہ اگر کسی نے زور سے ڈانٹ بھی دیا تو بھاگ کھڑے ہو گے۔ لیکن کیا حقیقت بھی یہی ہے۔!"

"اب اس کے بارے میں کیا عرض کروں کہ صورت خدا کی بنائی ہوئی ہے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سلسلے میں مجھ سے کوئی غیر قانونی حرکت ہرگز سرزد نہ ہو گی۔!"

"اچھا تو پھر تہہ خانے کی رہی۔!"

"جی ہاں۔۔۔ اسے بھی دیکھ لیا جائے۔!" عمران نے کہا اور کسی سوچ میں پڑ گیا۔ غزالہ تو پہلے ہی سے بے حد متفکر نظر آتی رہی تھی۔

ڈرائنگ روم کی فضا پر بوجھل سا سناٹا طاری ہو گیا تھا۔